بسم اللہ الاول الآخر الرحمان الرحیم

نوٹ کے زمانے میں رِبا

مصنف : محمد نبراس

بسمِ اللہ الرحمان الرحیم۔

نوٹ کے زمانہ میں ربا۔

{ایک مطالعاتی تحریرتاکہ لوگوں کوکسی نتیجہ تک پہنچنے میں مدد دیجائے۔}

السابق:

انسان کے پیش نظرکوئی مفاد ہوتا ہےجسکےحصول کیلیئے وہ طریقہ کاروضع کرتا ہے۔دیکھنایہ ہے کہ جسکووہ مفاد قراردے رہاہے،وہ واقعی مفاد ہے؟اگر ہے،تو اسکےحصول کاطریقہ آیادرست ہے؟؟

ہرمعاملہ میں انسان غوروفکرکرتا ہے،اوردوسرے سے مشورہ لیتا ہے۔اگراپنی عقل ہی کافی ہوتی تو مشورہ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ،تجربہ کےعمل سے نہ گزرتا۔اپنی عقل ہی کافی ہوتی تو اپنا نقصان نہ کرتا اسکے فیصلے غلط ثابت ہوکراسے شرمسار نہ کرتے۔اسکے تجربے ناکام ہوکراسے تأسف میں مبتلاء نہ کرتے۔

لہٰذا،جس نے خاک وآب،بادوآتش سے مرکب کوانسان کاروپ دیا تھا،اسی نے اس صنم میں اپنی روح بھی پھونکی تھی۔تو مادی دنیا کے مسائل کےحل کیلیئے زندگی کی بھول بھلیوں سے نکل کرمفادکی منزل تک پہنچنے کیلیئے اپنی عقل کے روحانی مشیر سے مشورہ کرنا ہوگا ہرکسی کی عقل کی بوقلمونیوں سے پیداہونے والےفساد سے بچنے کے لئے،سب کے مفاد کےحصول کی خاطر صرف اسی کی مانی جائے گی جس نے مٹی کاپتلا بنا کراپنی روح کواسکی حیات بنا کر ہردوجہاں کے مفاد کوانسان کامقصد قرار دینے کیلیئے اپنی طرف سے ایسے راہ نما بھیجے جن سے ہم کلام ہوکرانسان کوتعلیم فرمایا کہ تمہاری بقا کی ضمانت میرے کہے پرعمل کرنا ہے۔جسکا عملی نمونہ میرانمائندہ(نبی)پیش کنندہ ہے۔لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ،اوراسکےسارے ساتھی(صحابہ) اُسکےاسوہ کوکام میں لاکربنی نوعِ انسان کیلیئے تجربہ کے گھاٹ پورے اترے وہ سب کیلیئے مشعل راہ کا کام دے رہے ہیں۔

کوئی امرقدیم وجدیدنہیں جسکاحل خالق انسان نے نہ سمجھایا ہو۔اسکےحل کیلیئے عمدہ ترین طریق نہ سکھایا ہو۔ وہ ایسانہ کرتا تو آخری نبی کے بعدلوگ کیا کرتے؟(!)من مانی کرتے(!!)کسی اور نبی کامطالبہ کرتے من مانی سے روکنے کیلیئے ہی تو اس نے آخری نبی کےوارثوں کوحل مشکلات اورحصولِ مفادات بہ حدیث وآیات کی ذمہ داری سونپی۔آخری نبی ہونے کے سبب ’علماءِ امّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل‘ فرمایا۔

افسوس ہے کہ یہی انسان ہمیشہ اپنے دشمن شیطان کے نمائندہ کا کردار اپنا کر انسان کو اسکے مفاد سے محروم کر کے ایک دوسرے کی لوٹ کھسوٹ کے مذموم کاروبار میں لگا رہا۔ کچھ ایسے انسان نمودار ہوتے رہے جو خود کو وارثِ رسول اللہ جتلا کر، خود اسی نبی ءآخر الزماں ﷺ کی امت کو اندھیروں کے حوالہ کرتے رہے۔

جس امتِ مصطفویہ نے دیگر کل اقوام عالم کو حصولِ مفاد کا صحیح طریقہ سکھانا تھا، اسکو بھٹکے ہوؤں کے پیچھے چلا کر ذلت کے غار کے دہانے پر لے آئے۔ مگر انسان کی یہ تذلیل ورثائے نبی مختار ﷺ کو برداشت نہ تھی۔ چنانچہ وہ لوگ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر میدانِ عمل میں اترے اور فریب خوردہ انسان کو اسکے مفاد تک پہنچانے کے لئے وہ طرز اختیار کیا جو نبی اللہ ﷺ نے انہیں تعلیم فرمایا۔ آیئے حصول دنیا کیلئے بھی انہی اللہ والوں کے نقوشِ پا کو چراغِ راہ بنائیں جو، دن کو سورج کا کام دیتے تھے، اب رات کو چودھویں کا چاند بن کر اپنی نور پاشیوں سے راہِ عمل کو جگمگا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت کی قوس وقزح، کہکشاں سے لائے ہیں تا کہ انسان کو اوج ثریّا تک پہنچائیں۔ ہادئِ برحق، امام خلفآءِ اللہِ تعالیٰ (صلی اللہ علیہ والہٖ وصحبہٖ وسلم) نے فرمایا تھا:

"لَو کانَ الْاِیْمانُ (وفی روایۃ: العِلمُ..) بِالثُّرَیاْ لَیَتَناوَلَہٗ رَجُلٌ مِن آلِ فارِس (صحیح بخاری و غیرہٗ)

اسکا مصداق (امام اعظم ابوحنیفہ) آیا اور اپنے علم سے صراط مستقیم کو اجاگر کیا کہ سب اسکے گرویدہ ہیں۔

منشیات، جوا، رشوت و دیگر ذرائع، دولت کمانے کے بھونڈے ذرائع ہیں، ان میں بدترین ربا ہے جو سود کہلاتا ہے۔ بددیانتی کا، یہ وہ آکٹوپس ہے جو افراد کے ساتھ اقوام کو بھی جکڑے ہوئے ہے۔ یہی ہے کہ جسنے یہود و ہنود کو رذیل ترین قوم بنایا ہوا ہے۔ سود حرام قطعی ہے۔ اس سے بچنے کی ترکیبیں بنانے والوں کی توجہ کیلئے یہ مضمون نہایت اہم ہے تا کہ جان سکیں کہ سود یعنی ربا کیا ہے اور کسی ایسی چیز کو ربا نہ قرار دیدیں جو درحقیقت ربا نہیں۔ ان لوگوں کی اصلیت سے بھی آگاہی حاصل ہو جائے جو سرمایہ کاروں سے مفاد پانے کیلئے غیر ربا کو ربا قرار دلوا کر فرقہ جاتی برتری کے جنون میں گرفتار ہیں۔ نعوذ باللہ العظیم۔

تعارفِ الفاظ۔

مضمون جب الفاظ سے مرتب ہوتا ہے، تو الفاظ ہی ذریعہ ہوتے ہیں مضمون کو سمجھنے کا۔ تو پہلے مفہومِ الفاظ:

الربآ / الرمآ: زیادتی، ربٰو، سود (المنجد)

الزیادۃ علٰی رأس المال لٰکن خص فی الشرعِ الزیادۃ علٰی وجہٍ دونَ وجہٍ۔ (المفردات)

[اصل مال پراضافہ، مگر شریعت میں ایک "مخصوص" زیادتیءمال کو کہتے ہیں۔]

تعریف الربا (یعنی ربا کس کو کہتے ہیں): ربا وہ زیادتی ہے کہ عقدِ معاوضہ میں عاقدَین میں سے کسی کو اسکا مستحق قرار دیا جائے اور اس زیادتی کے مقابل کوئی عوض اس عقد میں شرط {یعنی لازم} نہ کیا گیا ہو۔

(فتاویٰ رضویہ میں رسالہ، کفل الفقیہ الفاہم کے صفحہ ۸۹ پر و مختصر القدوری، باب الربا و فی حاشیۃ من غلام مصطفٰی السندی)

عقد: جب معاملہ کرتے ہیں تو اس معاہدہ کو عقد کہتے ہیں۔ اور عاقدَین: معاہدہ کرنے والے دو شخص۔

نقد: سونا\چاندی۔

الثمن: (!) بیع شدہ چیز (بکی ہوئی چیز) کا بدلہ۔ (!!) مایؤخذ فی مقابلۃ المبیع۔ کل ما یحصل عوضاً من الشئ۔ (!!!) کسی چیز کے عوض کے طور پر جو طے کریں (منجد، مفردات) (iv) جو چیز عقدِ بیع میں غیرِ معیّن ہو۔

قیمت: (!) کسی چیز کے برابر ہونا، بھاؤ (!!) بازار میں جس عوض پر کوئی چیز بیچے جانے کیلئے پیش کی جائے وہ عوض، قیمت (بھاؤ) کہلاتا ہے۔ (کفل الفقیہ ۵۴)

بیع: (!) مالک کا عِوض (یعنی مال) لیکر اپنی چیز (یعنی مال) کو اپنے مِلک سے نکالکر عِوض دینے والے کے ملک میں دیدینا۔ یعنی بیچنا۔

(!!) شرع نے بیع حلال کی ہے اور وہ ایک مال (مثلاً نوٹ) کا دوسرے مال (مثلاً نوٹ) سے بدلنا ہے۔

بیع مقایضہ (barter): (!) ثمن اور مبیع، ہر دو مال (متاع) ہوں۔ اسے عین بالعین بھی کہتے ہیں۔

مقایضۃ: متاع۔ اذا اعطاہ سلعۃ واخذ عوضہا سلعۃ (لسان العرب) [سامان دیا بدلہ میں سامان لیا۔]

بیع الصرف (exchange): ثمن بہ عوض ثمن ہو۔ (یعنی سونا یا چاندی، بدلے سونا یا چاندی کے، مثلاً من)

بیع عینہ: کسی چیز کو اسکی اصل قیمت سے زیادہ قیمت پر بیچنا۔ (منجد) (تا کہ کم قیمت پر واپس خرید لے)

بیع السَّلَم: اگر چیز کی قیمت (ثمن) پہلے دیدی جائے اور بعد میں (شرعی طریقہ پر) وہ چیز وصول کی جائے۔

مبیع: بکنے والی چیز، خریدی گئی چیز۔ "جو چیز بیچنے کیلئے معیّن کردی جائے، وہ مبیع ہے۔"

موزونی = تولویں (weighty) مکیلی = بھرویں (quantitative)، عددی = گنویں (numericul)

ذِراع {: چھ فٹ قد کے انسان کی} کہنی سے درمیانی انگلی کے ناخن تک کی پیمائش۔

ذراعی: (measuring) لمبائی چوڑائی وغیرہ میں ناپی جانے والی۔

مال: (!) آدمی کے سوا، ہر شئی (س) کا نام ہے، جو آدمی کی مصلحتوں کیلئے پیدا کی گئی، وہ محفوظ رکھنے کے قابل ہو، اس میں بِاختیارِ خود تصرف کر سکیں (!!) جسکی طرف طبیعت میل کرے، (کھچے) اور اسے وقتِ حاجت کے

نفع کیلئے اٹھا رکھا جائے۔ (ردالمحتار، تلویح)۔ قیمت والا ہونا، مال ہونے کو مستلزم ہے۔ (کفل الفقیہ)

{(س) یہاں **اللہ خالق کل شئی**، کو لیا جائے نہ کہ **قل ایّ شئی اکبر شہادہ** کو۔ (م،ن)}

نوٹ: (کرنسی نوٹ) بذاتِ خود قیمت والا مال ہے کہ بکتا ہے، مول لیا جاتا ہے۔ وغیرہ۔ (کفل...)

: کاغذ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے، جسپر سکّہ ہوتا ہے۔ (کفل...)

نوٹ کاغذ ہونے کے باعث خود ایک قیمت والا مال ہے۔ (کفل...)

نوٹ وہ چیز ہے جسکا لین دین "دَین" کر ہوتا ہے۔ ( )

سکہ: ایک مُہر جسکے سبب کاغذ (وغیرہ) کا ٹکڑا کرنسی بن جاتا ہے۔ [واضح ہوا کہ نوٹ اور چیز ہے، روپیہ اور چیز

"ید اًبیدٍ" کا معنیٰ ہے کہ دونوں جانب کا تعیّن ہو جائے۔ (یعنی بکنے والی چیز اور اسکے ثمن کا) (کفل..)

مال متقوم: جسے شریعت نے مال تسلیم کیا ہو اور اسے باختیار خود تصرف میں لایا جا سکے۔

سکّہ: (coin.) (!) خاص خاص قیمتوں کے ڈھلے ہوئے روپے، پیسے، نوٹ وغیرہ۔ (!!) کرنسی قرار دینا۔

مُہر: خاتم، (seal):staped with design:.

نوط، منوط: note،

نوط اصل میں کاغذ کا ٹکڑا ہے، کاغذ مالِ متقوم ہے، سکہ نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا۔ (کفل الفقیہ الفاہم)

قرض: مال مثلی (درہم/دینار ایضاً) جو کسی کو اس شرط پر دیا جائے کہ وہ، دینے والے کو مانگنے پر ادا کر دیگا۔

مذھبُ الامام الاعظم ابی حنیفۃ: کلُ دَینٍ یصحّ تاجیلہٗ الاّ القرض، فانّ تاجیلہٗ لا یصحّ۔ (عینی) [دَین میں مدۃ مقرر کرنا درست ہے مگر قرض میں نہیں۔ یعنی وہاں پابندی کی جائیگی اور یہاں قبل از وقت تقاضا جائز ہے]

فقال ابوحنیفۃ واصحابہ: سواء کان القرض الیٰ اجل او غیر اجل لہٗ ان یأخذ متیٰ احب وکذالک بالعاریۃ ....(عینی)

قرض: [سمّی مایدفع الی الانسان من المال بشرط ردّ بدلہ، قرضاً۔ المفردات]

[کسی کو کوئی چیز دی جائے اس شرط پر کہ ایسی ہی چیز واپس دی جائے گی، تو یہ مال، قرض کہلاتا ہے۔]

مثلی چیز: ایک جیسی چیزیں۔ جیسے نوٹ، گندم۔ (قرض صرف مثلی چیز میں ممکن ہے۔)

(!!) ایک ہی جنس میں ادھار کا لین دین ہو تو اسے قرض کہا جاتا ہے، کہ مال مثلہٖ واپس کیا جائیگا۔ (تفسیر نعیمی)

دَینٌ: خلاف جنسی ادھار کو کہتے ہیں۔ ( )

نسیئہ (نساً): چیز لینے اور قیمت دینے کے درمیان وقفہءِ وقت (عرصہ) کو کہتے ہیں۔ (تأخر عن اداء الثمن)

نسأ کا ایک معنیٰ مؤخر ادائگی ہے اور دوسرا مہلت دینا۔ یہ سب قریب المفہوم ہیں۔

’’حیلہ‘‘: حلِّ مشکل کے لئے کوئی مناسب اور جائز صورت اختیار کرنا۔

بنیاد:

کاغذ اور چاندی ہم جنس نہیں۔ سونا و چاندی کو اللہ تعالیٰ نے ثمن بنایا جبکہ کاغذ کو لوگوں نے۔ یہ ملحوظ رہے۔ کرنسی نوٹ، کاغذ ہے۔ اسپر کچھ نقش ہوتا ہے اور کوئی عدد بھی چھپا ہوتا ہے۔ یہ کاغذ روپیہ کی بجائے بطور ثمن لیا دیا جاتا ہے۔ اسلئے اسے ثمنِ عرفی کہتے ہیں۔ علماً کی تصریح کے مطابق یہ ثمنِ خلقی نہیں۔ ثمن خلقی سونا یعنی ذَھَبٌ (gold) اور چاندی یعنی فِضَّۃٌ (silver) ہے۔ چاندی کو ہندی میں روپا اور سونا کو سونا کہتے ہیں۔ روپا کی ایک ٹھیکری پر ایک صورت یعنی روپ نقش کر کے اسے روپیہ کا نام دیکر بطور کرنسی کام میں لایا جاتا تھا عربی میں چاندی کی کرنسی درہم اور سونا کی دینار کے نام سے موسوم تھی۔ جب سونا کہنا ہوتا تو بعض اوقات دینار اور چاندی کہنا ہوتا تو درہم کہہ دیتے تھے۔

ھم جنس: گندم کی ہم جنس گندم ہے۔ سونا کی سونا۔ ہم جنس ہونے کو جنسیت بھی کہتے ہیں اور مجانست بھی جنس کی جنس سے فروخت کا مطلب ہے (مثلاً) کوئی دکان سے گندم خریدے اور بطور قیمت گندم ادا کرے سونا یا چاندی خریدے اور سونا کی قیمت میں سونا اور چاندی کی قیمت میں چاندی ادا کرے۔

قدر: جو چیز تُل کر بکتی ہو، یہ تل کر بکنا اس میں قدر کہلاتا ہے۔ اور جو چیز بھر کر، یہ بھر کر بیچنا خریدنا قدر کہلاتا ہے اور قدریت بھی۔

جب بیچی، خریدی جانے والی اشیأ مذکورہ بالا وصفیت والی ہوں تو ان میں حسبِ قاعدہ شرعیہ ربا یعنی سود ہوسکتا ہے۔ جو چیزیں گن کر یا ناپ کر (یعنی لمبائی، چوڑائی، موٹائی کی پیائش سے) بکتی ہوں ان میں خرید و فروخت (بیع وشرأ) کی صورت میں سود کا کوئی دخل نہیں۔ (یہ سب کچھ بیع وشرأ میں ہے، نہ کہ قرض میں) ہم جنس کے اس لین دین میں بالکل برابری یقینی بنانا ہوگی۔ چھوٹی سے چھوٹی اکائی (تولنے / بھرنے کی) جو آج مروج ہوگی، اسکا اعتبار ہوگا۔ اس سے کم کا نہیں۔ ایک ہی وقت میں لیں اور دیں، برابر سرابر لیں اور دیں۔ خریدنے اور قیمت ادا کرنے میں وقفہ (تأخیر) بھی سود ہوتا ہے۔ اسے ربا النسیئہ کہتے ہیں۔ اور ہم جنس کی صورت میں مبیع وثمن میں کمی، بیشی بھی ربا ہے؛ ربا الفضل۔ اگر کوئی از خود زیادہ ادا کرتا ہے، تو الگ سے، بتا کر دے۔ تو یہ ربا بالفضل نہ بنے گا۔ (اسکا ذکر آرہا ہے۔)

لوگ ایک دوسرے سے کھانے پینے کی کوئی چیز ،ضرورت پڑنے پر مانگ لیتے ہیں۔ مثلاً آٹا ،دودھ۔ اور جب واپس دیتے ہیں تو از خود زیادہ دیدیتے ہیں۔ اسے نبی پاک ﷺ نے حسنِ سلوک قرار دیکر سراہا۔ اور بارہا قرض کی ادائیگی کرتے ہوئے خود، الگ سے زائد دیکر اسے مستحسن فرمایا۔ ابنِ عمر نے اس زیادہ دینے کو مقروض کی طرف سے شکریہ قرار دیا۔ (ان حدیثوں کا ذکر آرہا ہے، عن قریب۔)

بہت ہی اہم:

قرض دینے والا اس صورت میں دے کہ دی ہوئی کے علاوہ بھی کچھ ادا کرنا ہوگا یا اس قرض دینے کے سبب کوئی منفعت قرض دینے والے کو مہیا کی جائے گی۔ تو یہ زیادتی اور یہ منفعت سود یعنی ربا بن جائے گی۔ اور ربا یقیناً حرام ہے۔ اگر یہ اضافہ / منافع مشروط نہ ہو (طے شدہ نہ ہو) اور اسکا سبب یہ قرض بھی نہ ہو تو ربا نہ ہوگا اور حلال ہوگا۔

مقروض بغیر شرط، اپنی طرف سے زیادہ دے یا فائدہ پہنچائے، یہ ربا نہ ہوگا۔ حلال ہوگا۔

قرض اور امانت دو مختلف چیزیں ہیں۔ انکے احکام بھی باہم مختلف ہیں۔

ربا صرف ان دو صورتوں میں ہوسکتا ہے:! قرض جو زیادہ کی واپسی یا کسی منفعت للمقرض کے ساتھ مشروط من المقرض ہو۔!! بیع وشرا میں تول، بھرت والی ہم جنس چیزیں اور قیمت کی ادائی اسی جنس کی صورت میں تاَخر (نساَ) سے ہو.

اس تاَخر کو اجل کہتے ہیں اور نساَ بھی۔

نوٹ کاغذی عرفی کرنسی (سکہ) ہے۔ یہ عددی چیز ہے۔ لہذا قرض مشروط بمنفعۃٍ (اوزیاۃٍ) میں ربا ہوگا ورنہ نہیں۔

علماءِ کرام نے تصریح فرمادی کہ نوٹ نہ چاندی ہے نہ سونا، بلکہ کاغذ ہے۔ یہ صرف عرفِ عام میں بطورِ ثمن لیا جائیگا۔ اسپر ذھب اور فضہ کے احکام من کل الوجوہ نافذ نہ ہونگے اصطلاحی نقدی کی حد تک ہی رہیگا کاغذی کرنسی کے شروع ہونے کے بعد حل مشکلات میں جو علماء سند کی حیثیت رکھتے ہیں، ذیل میں انسے استفادہ کیا جارہا ہے تا کہ ہمیں اطمینان رہے کہ ہم درست سمت آگے بڑھ رہے ہیں۔

نوٹ بحیثیت ثمن۔

نوٹ کی ایجاد کے بعد، اس سے پیدا ہونے والے مسائل کے حل پر لکھنے والے عظیم فقہاء میں بلند

ترین رتبہ پر جوہستی فائز ہے،وہ ہیں سید مہر علی گولڑوی رضی اللہ عنہ، الجیلی ،الحسنی ۔

۔۔۔۔ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں اختصار سے چند باتیں سپردِ قلم ہیں ۔۔۔۔

برِّصغیر کے مغربی مما لک میں ،راولپنڈی کے نواح میں آباد ''گولڑہ''،سادات حسنیہ قادریہ کے،وہاں جا کر آباد ہونے سے ''گولڑہ شریف'' بنا۔ جوسید مہر علی شاہ رحمہ اللہ کا مسکن ہے۔

آپ غیر مختلف فیہ علمی شخصیت رہے۔آپ مجتہد و مجدد ِزمانہ وارث نبی ہیں۔جسکا اظہار اسطرح ہوتا ہے کہ: قبلہء عالم مہر علی شاہ سے حاجی امداداللہ المکی رحمہ اللہ نے کہا: وہ فتنہ جوعنقریب سر اٹھا چکا{ یہ فتنہ، فتنہء قادیانی کے علاوہ ہے} تیری محض موجودگی کے سبب نامراد رہیگا۔ اللہ اللہ یہ ہیں آپکے روحانی اثرات اورذاتی برکات

۲۔سیدنا مہر علی شاہ کا مقام تو اس سے نظر آیا کہ،خود سیدِ دوعالم ﷺ نے انسے فرمایا تھا، { تیرے فرزند} غلام محمد (گھوٹوی) کو ہم نے علومِ حدیث عطآء فرمائے۔اس سے کہو{ بے جھجک} لوگوں کوانکی تعلیم دیا کرے۔

اس سے پتہ چلا کہ قبلہ عالم بالواسطہ اور بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ سے پانے اور دلوانے والے ہیں۔

۳۔فرقہ بازوں نے بڑی محنت سے (اپنے زعم میں) دس مشکل ترین سوال لکھ بھیجے۔آپنے فی الفور جوابات لکھوادئے ساتھ ہی تیرہ سوال بھی ،تاکہ اگر وہ اہلِ علم ہیں،تو جواب دیں۔مگر آجتک انپر سکوت طاری ہے۔

نوٹ اور ربا کا اہم مسئلہ حل کرنے کے لئے لوگوں نے قبلہ عالم سے رابطہ کیا۔ یہ مسئلہ آپکے فتاوٰی میں درج ہے۔آیئے،ہم بھی اسے سمجھیں۔احکام شریعتِ مطہرہ کا علم الیقین حاصل کرنے کے لئے قبلہء عالمؒ کے فتوٰی کا مطالعہ کریں؛غور اور خلوص سے۔

........فتوٰی مہریہ:ص:۸۴_فتوٰی:۴۱۔........

کمی بیشی سے کرنسی نوٹ کی خرید وفروخت کے متعلق حکم۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمأ دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نوٹ کی خرید وفروخت کی بیشی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔اور اسکا معاملہ بطور قرض تفاضل کے ساتھ درست ہے کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ھوالصواب۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نوٹ کے ساتھ کاروبار میں پوراپورا معاملہ ثمنِ خلقی کا برتا جاتا ہے،لین دین میں کوئی تفاوت وفرق روپیہ اور نوٹ میں نہیں کیا جاتا۔عرف واصطلاح میں گویا وہ بعینہٖ روپیہ سمجھا گیا ہے۔ مگر دُراصل ثمنِ خلقی نہیں۔عرف واصطلاح کی بدولت اس میں ثمنیت آ گئی ہے۔جسکا مآل ونتیجہ یہیں تک

منحصر ومحدود رہیگا کہ تعامل الناس وکاروبار میں ثمنیت کا کام دے اور روپیہ کی جا بجا تصور کیا جائے۔ نہ یہ کہ اصل حقیقت میں منسلخ ہوکر اور ماہیت واقعیہ کو چھوڑ کر عین الشیء بنجائے۔ اس واسطے کہ عرف وتعامل میں یہ طاقت وقدرت نہیں کہ انقلاب ماہیت کر کے عرفی ثمنیت کو خلقی ثمنیت بنا دے۔ جس سے من کل الوجوہ احکام ثمن خلقی، ثمن عرفی پر جاری ہو جائیں۔ کوئی ایسی نظیر شرع شریف میں نہیں پائی جاتی۔ بناً علیہ جہاں تک غور وخیال کیا جاتا ہے تو بلحاظ نظائر فقہیہ صورتِ مسؤلہ یعنی بیع وشراء نوٹ بہ کمی وبیشی کا جواز ہی معلوم ہوتا ہے اور عدمِ جواز کی بظاہر کوئی وجہ خیال میں نہیں آتی۔ اس واسطے کہ علۃِ تحریم ربا 'قدر مع جنس' ہے۔ پس بشرط تحققِ قدر وجنس، فضل ونسیئہ دونوں حرام اور بصورتِ عدم وجود علتین دونوں حلال اور بوقتِ وجود احدہما فضل جائز اور نسیئہ حرام۔ جیسا کہ عبارت درمختار میں بخوبی واضح ہے: علة القدر مع الجنس فان وجدا حرم الفضل، وان عدما، حلا. وان وجد احدهما حل الفضل و حرم النسأ. اور صورت مسئولہ میں قدر وجنس دونوں مفقود ومعدوم۔ اس واسطے کہ نوٹ خلقتاً کاغذ ہے۔ اور روپیہ حقیقتاً واصلیۃً چاندی۔ پس مجانست نہ رہی۔ نیز روپیہ شرعاً موزون ہے، اور نوٹ عرفاً معدود۔ پس قدریت بھی نہ رہی۔ اور یہی وجہ علت تحریم تفاضل ونسأ تھی۔ لھذا بنا بر قائدہ فقہیہ 'بیع وشراءِ نوٹ میں فضل ونسیئہ دونوں حلال ہونے چاہیں'۔ جیسے اور بیوع میں بوقت اختلاف جنس وقدر تفاضل واجل درست وجائز ہوتی ہے چنانچہ شامی میں اختلاف جنس کی صورت میں ایں طور مرقوم ہے: سئل الحانونی عن بيع الذهب بالفلوسِ نسيئةً، فاجاب بانهٗ يجوز اذاقبض احدالبدلين كمافى البزازيه فلواشترى مأة فلسٍ بدرهمٍ يكفى التقبض من احدالجانبين. قال و مثلهٗ لوباع فضةً او ذهباًبفلوسٍ كما فى البحرعن المحيط.

باقی رہا یہ شبہ کہ نوٹ جب روپوں کے مقابلہ میں وضع کیا گیا، مثلاً سو، دوسو، پانچ سو، ہزار روپیہ کی قیمت کے ساتھ موسوم ہوا تو گویا عینِ فضہ عرفاً قرار پایا اور جمیع معاملات میں عرفاً واصطلاحاً روپے کا مساوی سمجھا گیا، تو جیسے تفاضل ونسیئہ بیع الفضہ بالفضہ میں حرام ہے اسی طرح اس میں بھی ہونا چاہئے۔ تو اسکا دفیعہ نہایت ہی آسان ہے۔ اس واسطہ کہ قوم کی قرارداد واصطلاح بالمقابل سے عینیت واقعیہ اس میں نہیں آجاتی کہ موجبِ حرمتِ تفاضل ہو۔ مثلاً فی زماننا اشرفی کی وضع عرفاً بمقابلہ پندرہ روپے قرار پائی ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اشرفی عینِ پندرہ روپے بن جائے۔ {اشرفی سونا، روپیہ چاندی ہوتا ہے منہ} اور اسمیں بیع و شراء بالتفاضل حرام ہو جائے۔ عرفاً واصلاحاً بالمقابل اسمیں ثمنیت آجانا اور چیز ہے اور عین الشئی ہو جانا اور۔

چنانچہ حاشیہ ہدایہ میں تحت قول، الصرف ھو البیع اذا کان کل واحد من عوضیہ من جنس الاثمان، مرقوم ہے: الاموال انواع، ثمن بکل حال کالنقدین. ونوع مبیع بکل حال وھو ما لیس من ذوات الامثال، کالثیاب والدواب والممالیک. ونوع ثمن بوجہ مبیع کالمکیل والموزون ۔ونوع ثمن بالاصطلاح، وھو سلعة فی الاصل. فان کان رائجاً کان ثمناً وان کان کاسداً کان سلعةً. واقسام بیع الصرف ثلثة؛ بیع الذھب بالذھب، وبیع الفضة بالفضة وبیع احدھما بالآخر. وشروطہٗ علیٰ الاجمال التقابض قبل الافتراق بدناً. وان لایکون فیہ خیار ولا اجل. {اسکا ترجمہ کفل الفقیہ الفاہم کے مطالعہ میں آرہا ہے۔} پس اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غایۃ مافی الباب نوٹ کی ثمنیت قسم رابع سے متصور ہوگی۔ جس میں خلقۃ وحقیقۃ ،سلعت ملحوظ ہوگی اور عرفاً واصطلاحاً ثمنیت تصور کی جائیگی۔ پس نوٹ کا معاملہ بطور بیع وشراء مع التفاضل جائز ودرست ہے۔ اس واسطے کہ ''اتحاد قدر وجنس'' نہیں۔ اور بصورت عدم اتحاد قدر وجنس نفع و انتفاع بطور بیع وشراء، شرعاً جائز ومباح۔ ہاں قرض کی صورت میں زیادتی کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل حرام ہے اور غالباً آجکل اسی کا رواج ہے۔ جسکے جواز کی کوئی صورت نہیں معلوم ہوتی۔ فانّ کل قرضٍ جر انفعاً فھو ربوٰ۔ قرض والی صورت کو بیع وشراء پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ بیع میں نفع وانتفاع بشرط عدم موانع درست ومباح ہے۔ اور قرض میں منفعت ہر صورت میں حرام۔

الحاصل: 'بناءً برقائدہ فقہیہ 'بیع وشراءِ نوٹ میں فضل ونسیئہ دونوں حلال ہونے چاہیئں'۔

ہاں قرض کی صورت میں زیادتی کے ساتھ معاملہ کرنا بالکل حرام ہے۔ (یعنی مشروط طور پر)

واللہ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم۔

از فتاوٰی مہریہ ءِ سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ عنہ وبہٖ عنّا۔ آمین۔

فقہی انسائیکلو پیڈیا موسوم بہ، بہار شریعت، میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

۔،۔،۔،۔نوٹ اور ربا سے متعلق رسالہ، 'کفل الفقیہ الفاہم ' کا مطالعہ:۔،۔،۔،۔

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ آپنے اپنے عہد میں موجود تمام علوم وفنون پر قلم اٹھایا تو انکا حق ادا کردیا۔ تبھی دنیا نے آپکو 'ابوحنیفہ'' قرار دیا۔

یہاں حضرت احمد رضاؒ کے فتوٰی' العطایا النبویۃ' کی جزء کفل الفقیہ الفاہم کی مختلف مقامات سے کچھ عبارات درج کی جاتی ہیں، جو نفسِ مضمون سے خصوصی طور پر متعلق ہیں۔ جسنے غور کیا، آسانی سے مسئلہ سمجھ جائیگا۔ ورنہ اصل کتاب کی طرف رجوع ضروری ہوگا۔

العطایاَ النبویہ فی الفتاوی الرضویہ سے خوشہ چینی۔

صفحہ: ۵۔ نوٹ کا دستاویز سمجھا جانا بدتر شک میں سے ایک وہم ہے۔ {یعنی لوگوں نے وہم کیا کہ نوٹ} کوئی سند (رسید) ہیں۔ جنکو سلطنت (گورنمنٹ) رائج کرتی ہے۔ وہ (یعنی گورنمنٹ) ان (نوٹوں) کے لینے والوں سے روپے (چاندی کی کرنسی) قرض لیتی ہے اور انکی (یعنی ان نوٹوں کی) یادداشت (رسید) انکو دیتی ہے۔ {یعنی گورنمنٹ کے بارہ میں کچھ عالم نما لوگوں نے یہ قرار دے دیا کہ وہ لوگوں سے گویا کہ چاندی کی کرنسی یعنی روپیہ، قرض لیتی ہے، یہ نوٹ انہیں بطورِ رسید دیتی ہے۔ لھٰذا ایسے خود فریبوں نے یہ حکم دیدیا کہ یہ نوٹ اور چاندی (کی کرنسی جسے روپیہ کہا جاتا ہے) شرعاً ایک حکم رکھتے ہیں۔ (حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں)] {ایسے لوگ بہت سی باتیں یونہی فرض کرتے رہتے ہیں۔ ہم بھی انہیں بفرضِ محال عالم فرض کر لیتے ہیں}

ص: ۶۔ نوٹ کا لین دین کرنے والوں کے دلوں میں قرض لینے دینے کا قصد نہیں ہوتا۔ {یہ عام لین دین کے بارہ میں ہے نہ کہ قرض لینے والوں کے بارہ میں۔ پتہ چلا کہ ارادہ بنیادی چیز ہے}

ص: ۷۔ سب اس (نوٹ) سے مبادلہ اور خرید و فروخت ہی کا قصد کرتے ہیں۔ جو نوٹ لیتا ہے یقیناً جانتا ہے کہ میں روپے دیکر اسکا (نوٹ کا) مالک بن گیا، جو دیتا ہے جانتا ہے میں نے روپے لیکر وہ نوٹ اپنی ملک سے خارج کر دیا۔ {خریدار نوٹ کا مالک بن جاتا ہے اور وہ نوٹ بیچن ہار کے ملک سے نکل جاتا ہے۔ یہ لین دین بیع شرعی ہے۔}

ص: ۸۔ نوٹ لوگوں کے نزدیک مالِ متقوم ہے، کاغذی ٹکڑا پر دس، سو یا ہزار لکھا ہوتا ہے، بائع و مشتری (باہم) راضی ہوتے ہیں۔ سکہ شاہی شرع میں قیمتی ہے۔ (قیمت پر اثر انداز) وصف ہے، جو قیمت بڑھاتا ہے۔

توجہ: { نوٹ پر لکھا ہوتا ہے: بینک دولت پاکستان دس روپیہ حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کریگا۔

جب یہ معلوم ہو چکا کہ روپیہ چاندی کا ہوتا تھا۔ اور یہ بھی کہ نوٹ چاندی نہیں۔ تو اب اگر ہم بینک دولت پاکستان جائیں اور یہ نوٹ پیش کر کے دس روپوں کا مطالبہ کریں تو آیا یہ بینک ہمیں دس روپے اپنے لکھے کے

مطابق ادا کریگا؟ اگر ہاں تو دس کا نوٹ دیکر دس تولہ چاندی؟ کیونکہ ایک روپیہ ایک تولہ کا بنا ہوتا تھا! نہیں؟ تو زیادہ سے زیادہ اتنا کریگا کہ دس کا ایک نوٹ تھما دیگا۔ یہ تو دَور ہوا، جو، علماً جانتے ہیں کہ باطل ہے! ہاہاہا۔۔۔}

{ص:۹۔۔۔دس ہزار اس لکھے ہوئے علم کی قیمت نہیں، وہ (یعنی علم) تو مال کے قبیل ہی سے نہیں۔

ص:۱۰۔ایک ورق کاغذ ہی کی قیمت اسکی تحریر کے باعث دس ہزار کو پہنچ گئی تو اس میں کیا تعجب ہے کہ اس لکھائی کے سبب نوٹ کی قیمت دس یا زائد کو پہنچ جائے۔ جسکے باعث لوگوں کی رغبتیں اسکی طرف کھچ گئیں۔ اورشرع سے اسپر کون سی روک ہے۔

{یہ اُس علم کا لکھا جو کسی کاغذ پر درج ہو اور اسکا شائق اسے خریدے۔}

{پرچہءِ کاغذ پر ۱۰ الکھ دو یا ۱۰۰۔ یہ تمہاری اپنی اصطلاح ہے نہ کہ شرع}

ص:۱۰، ۱۱۔ مال کی چار قسمیں۔

ع:۱۔ ہر حال میں ثمن۔ وہ ہیں سونا اور چاندی۔ سونا، چاندی ثمن ہونے کیلئے متخلق ہیں۔ [لانھما خُلِقا للثمنیۃ لَاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہ]

ع:۲۔ ہر حال میں مبیع۔ وہ ہیں کپڑے، جانور وغیرہ۔

ص:۱۲۔ع:۳۔(وہ چیزیں) جن کی ذات میں کوئی وصف ہو جس کے سبب وہ کبھی ثمن تو کبھی مبیع بنیں۔

ص:۱۴۔ع:۴۔ جو حقیقتاً متاع ہو, اصطلاحاً ثمن۔ جیسے پیسے کہ جب تک چلتے ہیں ثمن ورنہ اپنی اصل کیطرف لوٹ جائیں گے۔ اہلِ اصطلاح جب کسی چیز کو ثمن کرنا چاہیں (لا مشاحۃ فی الاصطلاح) تو انہیں انکے اندازہ میں ثمنِ پیدائشی کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے۔ عرضی کا قیام ذاتی سے ہوتا ہے۔ نوٹ (اسی) چوتھی قسم سے ہے۔ اصل میں یہ متاع ہے۔ اسلئے کہ یہ ایک پرچہءِ کاغذ ہے۔ اور 'اصطلاح' میں ثمن ہے اسلئے اسکے ساتھ ثمن کا سا معاملہ ہے{ثمنِ اصطلاحی کی اصل وہ مادی چیز ہوتی ہے جسے اہلِ اصطلاح نے ثمن قرار دیا.}

ص:۱۵۔ اور یہ رقمیں کہ اُسپر مرقوم ہیں، اسکی ثمنیت کا ثمنِ اصلی سے اندازہ (مقررہ) ہے۔

ص:۱۶۔ نوٹ بذاتِ خود ایک قیمت والا مال ہے۔{یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے مال کیطور پر خلق فرمایا}

ص:۱۷۔ نوٹ وہ چیز ہے جسکا <u>لین دین گن</u> کر ہوتا ہے۔ (یہ نہ موزونی نہ ہی مکیلی ہے۔ بلکہ عددی (numerical) ہے۔

ص:۲۳۔ تمام ائمہ نے، اُن روایات میں جو انسے متواتر و مشہور ہیں، اجماع فرمایا ہے، اور متون و شروح و

فتٰوی مذھب کا اتفاق ہے کہ ایک چھوہارا دو چھوہاروں کو، ایک اخروٹ دو اخروٹوں کو بیچنا جائز ہے۔(اور فتح القدیر و درمختار میں ہے یہ زائد کیا کہ 'دو سوئیوں کے بدلے ایک سوئی'...(پہلی دو دست بدست ہونگی، تیسری نہیں۔)

ص:۲۸۔ مالیت بعض (لوگوں) کے مال بنانے سے بھی ثابت ہوجاتی ہے۔{یعنی اگر چند افراد (سونا چاندی کے علاوہ کسی ثمن کو) مال قرار دینا (concede) چاہیں تو (شرعاً) تسلیم ہوگا۔}

ص:۳۸۔قبضۃ الطرفین صِرف صَرف (سونا چاندی) میں شرط ہے۔ باقی میں فقط تعیّن (ھدایہ، تنویرالابصار

ص:۳۹۔امام عینی کے 'بنایہ' میں تصریح ہے کہ، انڈا بعوض دو انڈے، ایک خرما بعوض دو خرمے، ایک اخروٹ دو اخروٹ کو بیچنا جائز ہے۔ اور ایک پیسہ بعوض دو معین پیسے کو جائز ہے۔{(کیوں کہ عددی ہیں)}

ص:۴۱۔ دونوں طرف تعیّن کی شرط 'اموالِ رِبا' میں ہے۔ 'وہ وہ چیزیں ہیں جو ناپ یا تول سے بکتی ہیں ''نہ کہ وہ جو گنتی سے''۔ جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ کے باب السَّلَم میں تصریح ہے اور ''گن کر بکنے والی چیزیں اموالِ رِبا سے نہیں'' [المعد ودلیس منھا] جیسا کہ کنز کے اس قول کی شرح میں، 'جب دونوں نہ ہوں تو دونوں حلال ہیں'۔ بحر الرائق میں فرمایا، جب جنس وقدر دونوں نہ ہوں تو ''زیادتی اور ادھار (فضل ونسیئہ) دونوں حلال ہیں۔ [حلا بعدمھما ای الفضل والنسأ عند انعدام القدر والجنس (البحر)

کما قال فی البحر تحت قول الکنز، وحلا بعدمھما...]

ص:۴۶۔اور نوٹ تو اصلاً وزن کی چیز نہیں اس لیے کہ کاغذ کے پرچے عرف میں کبھی تولے نہیں جاتے...

ص:۵۱۔نوٹ (a peace of the paper) پر ''جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر'' رضامندی ہوجائے'' اسکا بیچنا جائز ہے''۔ (لوگو! یہ اعلیٰ حضرت نے لکھا۔ جانتے ہو، کون ہیں وہ؟ وہ اپنے زمانہ کے ''امامِ ابو حنیفہ ہیں'' رضی اللہ عنہما۔) آگے لکھا: نوٹ کا ان مقداروں سے اندازہ کرنا (موازنہ کرنا) صرف لوگوں کی {اور گورنمنٹ بھی لوگ ہی ہوتے ہیں} اصطلاح سے پیدا ہوا ہے۔{نہ کہ اللہ ورسولہٗ کی} اور بائع ومشتری پر انکے غیر کو کوئی ولایت نہیں۔ از ھدایہ و فتح القدیر۔{یعنی کوئی ایسا اصول نہیں کہ لوگوں کو انکی اصطلاح باز رکھا جاسکے۔ شریعت اُنہیں اصطلاح قائم کرنے اور اسے ختم کرنے کا اختیار دیتی ہے} تو انکو اختیار ہے کہ کم، زیادہ، جتنا چاہیں اندازہ (عدد) مقرر کرلیں۔ (اعلیٰ حضرت نے لکھا:) میں نے بارہا اس پر فتوی دیا۔ اور اکابرِ علماءِ ھند سے متعدد علماء کا یہی فتوی ہوا۔{ان میں سے قبلۃ العالم مہرِ علی شاہ، حضرت شاہ محمد ارشاد حسین رامپوری رحمہم اللہ ہیں} [قبلہ عالم کا فتوٰی مہریہ میں اور محمد ارشاد حسین کا اسی کفل کے آخر میں درج ہے

بہارِ شریعت، جو اعلیٰ پائے کی فقہی کتاب ہے، اور تفسیر نعیمی میں بھی ایسا ہی مرقوم ہے،]

(اعلیٰ حضرت اسی ص:۵۱ پر لکھتے ہیں:) اور اسمیں میرا اخلاف نہ کیا مگر لکھنؤ کے ایک شخص نے جو عمائد سے گنے جاتے... مجھے انکے خلاف پر اطلاع نہ ہوئی مگر انکی موت کے بعد.. اگر میں انکی زندگی میں اسبارہ میں انسے گفتگو کرتا تو امید تھی کہ وہ رجوع کر لیتے کہ ان صاحب کی عادت تھی جب سمجھائے جاتے، سمجھ جاتے۔

نہایت ضروری اور بنیادی اصول:

ص:۵۲۔ ہمارے جمیع علماً (احناف) رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی (صاف لکھا): حرمتِ ربأ کی علّت (خصوصی سبب) وہ خاص اندازہ یعنی ''ناپ یا تول'' {کیل ووزن} ہے اتحادِ جنس کے ساتھ۔ {یعنی مبیع اور ثمن، دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی ہوں اور تُل کر یا بھر کر بکنے والی ہوں۔ گندم مبیع تو گندم ہی قیمت اور لوہا مبیع تو لوہا ہی قیمت ہو تو جنس کی ہم جنس سے بیع ہوگی۔ گندم مکیلی اور لوہا موزونی ہے} تو گر قدر {کیل یا وزن} و جنس دونوں پائی جائیں تو بیشی {اضافہ} اور ادھار {مبیع لینے و قیمت ادا کرنے کے درمیان وقفہ} دونوں حرام۔ اور گر یہ دونوں (ہی) نہ پائی جائیں تو حلال ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے تو بیشی {فَضلؔ} حلال اور ادھار {نَسِیئَہ} حرام۔ یہ ایک عام قائدہ {قائدہ کلیہ} ہے جو کہیں {یعنی اموالِ ربائیہ میں} منتقض (broken) نہیں۔ اور بابِ ربٰو کے جمیع مسائل اسی پر دائرَ (based) ہیں۔ نوٹ اور روپوں میں شرکت نہ قدر میں ہے نہ جنس میں۔ جنس میں تو اسلئے نہیں ہے کہ یہ کاغذ ہے اور وہ چاندی۔ اور قدر میں اسلئے نہیں کہ روپے تول کی (ص:۵۳۔) چیز ہیں {جو چاندی کے ہوتے تھے} اور نوٹ نہ تول کی نہ ہی بھرت کی (weight nor quantum,but numericle) ''تو واجب ہوا کہ بیشی اور ادھار، (یعنی فضل ونسأ) دونوں جائز ہوں۔ تو ظاہر ہوا کہ نوٹ {بیع وشراء میں} سرے سے مالِ ربأ ہی نہیں۔

ص:۵۲۔ [ومعلومٌ اَنّ لااشتراک فی النوط والدراہم لا فی جنسٍ ولا فی قَدرٍ؛ اَمّا الجنس ،فلانّ ھٰذا قرطاسٌ وتلک فضۃ ،واما القدرُ فلانّ الدراہم موزونۃ ولا قدر للنوط اصلاً، لا مکیلٌ ولا موزونٌ۔ فیجب ان یحل الفضل والنسأ جمیعاً ''فاذن لیس النوط من الاموال الربویۃ اصلاً''۔] (قبلۃ العالم نے بھی یہی لکھا)

ص:۵۳۔ ردالمحتار وغیرہ میں فرمایا جہاں بیشی حرام ہوتی ہے اُدھار (نسأ) بھی حرام ہوتا ہے۔ اور اسکا عکس نہیں۔ اور جہاں ادھار حلال ہو، بیشی بھی حلال ہوتی ہے۔ اور اسکا عکس نہیں۔ اھ۔ اور ہم جوابِ سُوالِ نہم میں دُلیلِ قطعی قائم کر چکے ہیں کہ نوٹ میں اُدھار (نسأ) جائز ہے، تو واجب ہوا کہ بیشی (فضل) بھی حلال ہو۔

ص:۵۴۔وہ مال کہ عام بھاؤ سے سب کے نزدیک دس روپے کی قیمت کا ہے ہر شخص کو جائز ہے کہ خریدار کی رضامندی سے اسے سو کو بیچے یا ایک پیسے کو دیدے شرع مطہرہ کی طرف سے اسبارہ میں کوئی روک نہیں کما قال تعالیٰ:۔۔اِلَّآاَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ۔ آلِ عمران:۲۹۔

ص:۵۴۔اب اگر تو کہے کہ یہ تو متاع کا حکم ہے اور نوٹ تو اصطلاح میں ثمن ہے؟ تو میں کہونگا کہ اوروں کی اصطلاح،عاقدین کو مجبور نہیں کرتی [لایجب علیهما التقید بهافیماثامنابل لهماان یقدرا الثمنَ باضعاف القیمت..]

ص:۵۵۔{اِنْ سَلَّمْنَا اَنَّھُمَا لَایَقْدِرَانِ عَلٰی اِبْطَالِ الثَّمنِیَّةِ فَمِنْ اَیْنَ لَکَ اَنَّ الْاَثْمَانَ الِاصْطِلَاحِیَّةَ لَایُمْکِنُ التَّغیر فِیْھَا عَنِ التَّقْدِیْرِ الْمُصْطَلَحَةِ ؟}[مان لیا جائے کہ معاملہ کرنے والے دونوں کو اختیار نہیں کہ ثمنیۃ کو ختم (نیست) کردیں،تو کسی کے پاس اسبات کی کیا دلیل ہے کہ اصطلاحی ثمنوں کی اصطلاحی قیمتِ مقررہ میں تبدیلی ممکن نہیں؟فَاِنَّ اصطلاح غیرھمالیس مُکْرِھًالھما[اوروں کی اصطلاح انہیں مجبور نہیں کرتی]

ص:٦٧۔فَاِنّ الاحتیال لسقوط الربأفرار عنه و هو غیر ممنوعٍ،بل الممنوع الوقوع فیه.

[ربا ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا تو ربا سے دور ہٹنا ہوا جو منع نہیں۔منع تو ربا میں پڑنا ہے۔]

ص:۷۲۔حضرت امام ابو یوسُفؒ نے فرمایا (بیع) عینہ جائز ہے،اسکے کرنے والے کو ثواب ملیگا۔(ردالمحتار طحطاوی،عالمگیری،مختارالفتوی) فتح القدیر میں ہے،امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بیع مکروہ نہیں اسلئے کہ بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے کیا اور اسکی تعریف کی اور اسے سود نہ ٹھہرایا...اصولِ فقہ کی اصطلاح میں یہ حدیث مرسل ہے.ص:۷۳۔اگر ثقہ حدیث مرسل لائے تو مقبول ہے.مسلم الثبوت (اسکی مخالف جو حدیث ہے سو ضعیف ہے۔(۷۴،۷۵،۷۶)عبدالرحمان خراسانی،اسحاق بن اُسید انصاری کا ابو حاتم نے کہا انسے کام نہ رکھا جائے،ذھبی نے اس کو کنیتوں میں منکر کہا،تقریب میں ضعیف۔اس حدیث میں ترکِ جہاد بھی آیا ہے،حالانکہ زراعت مذموم نہیں،ترکِ جہاد مذموم ہے)

ص:۸۰۔تمام متون بالاتفاق اس تصریح سے لبریز ہیں کہ ایک پیسہ دو پیسہ کو بیچنا جائز ہے۔....یہاں تک اگر ایک پیسہ سو معین پیسوں کو بیچے تو امام اعظم اور امام ابو یوسف،رضی اللہ عنہما،کے نزدیک جائز ہے۔[.... حتیٰ لو باع فلسًابمأة علیٰ التعیّن جازعندالشیخین (بحرالرائق،باب الربأ۔]

{وضاحت:یہ جو کہتے ہیں اُتنے معین پیسے،یہ اسلئے ہے کہ مبیع متعدد ہوں،باہم متفاوت،تو تعیینِ مبیع نزاع سے بچنے کا سبب ہوگی۔}

ص:۸۰۔مالیت میں زیادتی کی طرف شرع اصلا نظر نہیں فرماتی۔{بلکہ شرع نے وزن اور بھرت کو لیا ہے، مالیت کو نہیں لیا۔}

ص:۸۱۔اپنی بیچی ہوئی چیز، جتنے کو بیچی (بیچنے والے کا) اس سے کم پر خریدنا بالاجماع جائز ہے۔(بیع عینہ)

ص:۸۸۔...دس کا نوٹ بارہ کو بیچنا درکنار ایک اشرفی (سونا کی کرنسی) ایک روپیہ (چاندی کی کرنسی) بلکہ ایک پیسہ (کسی اور دھات کی کرنسی) کو بیچنے میں ربا تو ربا، اسکا شبہ بھی نہیں۔{جنس بدل گئی۔}

ص:۹۲۔اصطلاحی ثمنوں کے اندازے حقیقی ہی ثمنوں سے کیے جاتے ہیں۔

[اصطلاحی ثمن کاغذی نوٹ اور حقیقی ثمن سونا (دینار، اشرفی) اور چاندی (درہم، روپیہ)۔

{جب اصطلاحاً ثمن بنائینگے تو انکی مالیت مقرر کرنیکا اندازہ ان حقیقی ثمنوں سے مواز نہ کر کے رکھا جائیگا۔جب اصطلاحی ثمن استعمال ہوگا تو اسطرح ہوگا جیسے حقیقی ثمن، مگر وہ نہ تو سونا قرار دیا جائیگا اور نہ ہی چاندی، ورنہ لین دین میں تولنا اور تول میں برابر (ہم وزن) رکھنا ہوگا جو ممکن نہیں کہ سونا کے وزن برابر نوٹ؟ چہ چہ}

ص:۸۹۔{یہاں کسی عالم کی غلطی درج کر کے اسکی اصلاح کر رہے ہیں۔اور وہ غلطی یہ ہے:}

''اُن منع کرنے والے کی بڑی سند جو کچھ ہے یہ ہیکہ، نوٹ روپوں میں غرق ہے۔گویا وہ بعینہٖ روپیہ ہے اور کچھ فرق نہیں۔اسی واسطے لوگ معاملات میں روپے اور نوٹ کے لین دین میں فرق نہیں کرتے تو گویا وہ یوں ہوا کہ دس روپے بارہ کو بیچے گئے اور وہ بیشک ربا ہے۔تو یہ اگر سود نہ ہوتو اسکی مشابہت کے سبب سود سے لاحق ہو کر حرام ہو جائیگا۔'' اھ۔{یہ عبارت اس عالم کی ہے، جسکی اصلاح درکار ہے۔}

اسکی اصلاح میں اعلیٰ حضرت نے جو لکھا ہے، بہت طویل ہے۔جو چاہے وہاں پڑھے۔اُسکا خلاصہ اس صفحہ کی سطر ۱۲، ۱۳ میں لکھ دیا ہے۔

کفل الفقیہ میں سوال نمبر بارہ: یہ جائز ہے کہ گر زید، عَمرو سے دس روپے قرض لینا چاہے تو عَمرو کہے، روپے تو میرے پاس نہیں، ہاں میں دس کا نوٹ بارہ کو سال بھر کی قسط بندی پر تیرے ہاتھ بیچتا ہوں کہ تُو ہر مہینہ ایک روپیہ دیا کرے؟

ص:۹۹۔سوال بارہ کا جواب: ہاں جائز ہے جبکہ دونوں حقیقۃً بیع کا ارادہ کریں نہ کہ قرض کا۔اسلئے کہ ''بیچنا جائز، کمی بیشی جائز اور مدتِ معیّنہ پر ادھار {نسیئہ} جائز، جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے۔اور قسط بندی (قسطوں میں ادائیگی کرنا) بھی ایک قسم کی مدت ھی معیّن کرنا ہے۔ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا 'اور شرط کر لی ' کہ قرض لینے والا بارہ روپے یا گیارہ، یا مثلاً، ایک دوانی اوپر دس، اب یا کچھ مدّت

بعد قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے تو، یہ ضرور حرام اور سود ہے۔ لانہٗ قرضٌ، جرّ نفعاً و قد قال سیّدنا رسول الله ﷺ: ''کلُّ قرضٍ جرَّ مَنفِعَةً فَهو رِباً ''. (هذاالحديث مندرجة فی کنز العمال: ۱۵۵۱۶)

اعلیٰ حضرت نے جَرَّ کا ترجمہ لکھا 'اور شرط کرلی' (مولویوں کو یہ یاد رکھنا پڑے گا، اسکا فاعل مقرض ہے) ص: ۱۰۰۱۔ قرض دیا اور '' کچھ زیادہ لینا شرط نہ کیا ''... پھر قرض لینے والے نے قرض ادا کیا اور اپنی طرف سے احساناً کچھ ایسا زیادہ دیا جو الگ ممتاز ہو، تو یہ جائز ہے۔ بل هو من بابِ: هل جزآء الاحسان الّا الاحسان (الرحمٰن، ۶۰). و قد قال ﷺ للوزان، فی ثمنِ سراویلَ اشتراها، زِنْ وَارْجِحْ .

(ترمذی ونسائی)

{مالیاتی ادارے ایسا ہی تو کرتے ہیں۔ کھاتہ دار مشروط نہیں کرتا۔ ادارہ خود زائد دیتا ہے۔}

الحاصل:

۱ '' گن کر بکنے والی چیزیں اموالِ رباً سے نہیں '' {یہ بیع میں حکم ہے نہ کہ قرض میں}

۲۔ بحر الرائق میں فرمایا، جب جنس و قدر دونوں نہ ہوں تو زیادتی اور ادھار (فضل و نسیئہ) دونوں حلال ہیں۔ {پیچھے مدلل طور پر مذکور ہو چکا کہ کرنسی نوٹ میں نہ جنس نہ قدر۔}

۳۔ نوٹ (a peace of the paper) پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے '' اسکا بیچنا جائز ہے ''۔

۴... کہ نوٹ میں 'ادھار (نساً) جائز ہے' تو واجب ہوا کہ بیشی (فضل) بھی حلال ہو۔

۵۔ نوٹ (بیع و شرائیں) سرے سے مال ربا ہی نہیں۔

۶. ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا 'اور شرط کرلی' کہ قرض لینے والا بارہ روپے یا گیارہ، یا مثلاً، ایک دوانی اوپر دس، اب یا کچھ مدّت بعد قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے تو، یہ ضرور حرام اور سود ہے۔

لانہٗ قرضٌ، جرّ نفعاً

{ 'توجہ چاہئے کہ '' قرض دیا اور شرط کرلی ''، دونوں فعلوں کا فاعل مقرض (قرض دہندہ) ہے۔}

فقهی انسائکلوپیڈیا کا مطالعہ.

فقیہ فیاض صاحبِ بہارِ شریعت سے استفاضہ:

لکھتے ہیں؛ قرض دیا اور '' ٹھہرالیا '' کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لیگا... یہ حرام ہے۔

... یونہی کسی قسم کے نفع کی شرط کرے، نا جائز ہے۔{خیال رہے کہ اسمیں فاعلِ فعل دائن ہے نہ کہ مدیون}

واپسی ءِقرض میں اُس چیز کی مثل دینا ہوگی جو لی ہے۔ نہ اس سے بہتر، نہ اس سے کمتر۔ ہاں اُس سے بہتر ادا کرتا ہے، اور اِسکی ''شرط'' نہ تھی، تو جائز ہے۔ دائن اسکو لے سکتا ہے۔ یونہی جتنا لیا، ادا کے وقت اس سے زیادہ دیتا ہے مگر اسکی ''شرط'' نہ تھی، یہ بھی جائز ہے۔ (بہارِشریعت: حصہ:۱۱: ۹۱، از فقیہ اہلِ سنّت امجد علی رحمہ اللہ)

نوٹ بھی ثمنِ اصطلاحی ہے۔ (۱۲۶ص) یہ کاغذ کا ٹکڑا ہے جسکی قیمت ہزار یا پانچ سو تو کیا پیسہ دو پیسہ بھی نہیں ہوسکتی...آج اصطلاح ختم ہو جائے، تو کوڑی کو بھی کون پوچھے!...خود نوٹ کو نوٹ کے بدلہ میں بیچنا بھی جائز ہے۔ اگر دونوں (لینے و دینے والا) معین کرلیں تو ایک نوٹ کے بدلہ میں دو نوٹ بھی خرید سکتا ہے۔ جدا ہونے سے پہلے ایک پر قبضہ ہونا ضروری ہے۔ جو رقم اسپر لکھی ہوتی ہے اس سے کمی بیشی پر نوٹ کا بیچنا جائز ہے۔ دس کا نوٹ پانچ میں، بارہ میں بیچ کرنا درست (۱۲۷ص){یہ سب نوٹ ہی ہونگے جنپر رقم تحریر ہو}

ابنُ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تھا:...تیرے دیے سے کم ادا کرے، تو نے لیلیا، تجھے ثواب ہوگا۔ اور اگر اسنے ''اپنی خوشی سے بہتر ادا کیا''، تو یہ ایک شکریّہ ہے۔ جو اسنے کیا۔ (بہارشریعت ص۹۰ از امام مالک)

{ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطرح زائد ادا کرنا تو معروف تھا۔ پھر، المعروف کالمشروط کیوں؟ المعہود اور چیز ہے، المعروف اور چیز۔ المعہود تو یہ ہے کہ لینے دینے میں اضافہ طے ہو۔ یعنی دینے والا طے کر کے لے۔ تو اس صورت میں المعہود = المشروط ہوا۔ م ن}

حیلہ: (۱) تدبیر۔ ع۔ (فیروز الغات)، (۲) قد تستعمل فیما فیہ حکمۃ۔ قیل فی وصف اللہ عزّ وجلّ: وھوشدید المحال۔ (المفردات)، (۳) دور بینی، قوّتِ متصرّفہ، (المنجد مترجّم)،

حیلہ = (Device)

حیلۃ: ایسی تدبیر اختیار کرنا کہ معاملہ شرعاً جائز طور پر حل ہو جائے۔

ص: ۱۰۴۔ {جوازِ حیلہ کے ثبوت کیلئے لکھا: } ربّ اللہ عزّ وجلّ نے اپنے بندہ حضرت ایُّوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے فرمایا: خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِہٖ وَلَا تَحْنَثْ۔ اور حدیث میں ہے:

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیلہ، {یعنی} ایسا طریقہ کہ مقصود حاصل ہو جائے اور حرام سے حفاظت میں رہیں سکھایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ادنیٰ درجہ کی خرما بیچ کر، قیمت لیکر، اور پھر اس قیمت سے عمدہ قسم کی کھجور خریدا کر۔ (البخاری، البیوع، الوکالہ۔ اور المسلم۔ المساقات، الربا)

اس عہد کے عظیم مفتی، حضرت منیب الرحمان، چیرمین مرکزی رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان کی تحریر بھی اسی طرح ہے۔ لہٰذا یہ مؤقف مندرجہ بالا متفقہ ہوا۔ جدید بینکاری کی بنیاد اسی پر ہے۔ اہلِ اسلام کو چاہئے کہ مالیات میں اسی کو مدنظر رکھیں۔

الحاصل: ۱۔۔۔خود نوٹ کو نوٹ کے بدلہ میں بیچنا بھی جائز ہے۔

۲۔ جو رقم اسپر لکھی ہوتی ہے اس سے کمی بیشی پر نوٹ کا بیچنا جائز ہے۔

الخلاصہ:

نوٹ کے زمانہ کے فقہاءِ اسلام اس پر متفق ہیں کہ کرنسی نوٹ کی اصل کاغذ ہے، اسکی ثمنی حیثیت محض اصطلاح اہلِ زماں سے ہے۔ اسطرح وہ نہ سونا ہے، نہ چاندی۔ وہ اُس وقت تک ثمنیّت کا حامل رہیگا جب تک لوگ اسے ثمن رکھیں گے۔ معاہد باہم اتفاق سے اسکی ثمنیّت منسوخ (cancel) کر سکتے ہیں۔ کاغذ ثمن بننے سے پہلے اور اسکی منسوخیءِ ثمنیّت کے بعد صرف مال ہوگا۔ اس کرنسی نوٹ میں ثمنِ اصلی کے احکام صرف لوگوں کے لین دین تک محدود ہیں۔ یہ سونا چاندی کی طرح نہیں جو ثمنِ خلقی ہیں جن کی ثمنیّت ہمیشہ اور ہر حال کیلئے ہے۔

ان نوٹوں میں نہ جنسیت (ہم جنس ہونا) پائی جاتی ہے اور نہ ہی قدریت۔ لہٰذا بیع وشرا میں جو امر علّتِ حرمت تھا، نوٹوں میں نہیں۔ لہٰذا، دست بدست بکیں، ادھار بکیں، لکھی ہوئی قیمت پر بکیں، کم وبیش پر بکیں، ادائی یکمشت ہو، بالقسط ہو؛ ہر طرح جائز ہے اور ربا نہیں۔ اِلاّ اینکہ قرض کا لین دین ہو، کہ اس صورت میں مشروط تفاضل حرام، کیوں کہ سود ہوگا۔ یہ یاد رہے کہ قرض میں تاٗخر (نساٗ) خود بخود ہوتا ہے۔ ورنہ تو قرض کیسا

نوٹ حکومت کی طرف سے کوئی رسید نہیں، کہ اُسکے پاس لوگوں کا سیم وزر رکھا ہوا اور اسنے اسکی رسید اُن کو بصورتِ کرنسی نوٹ دی ہو۔ ایسا سوچنا جعل سازی ہے، کہ حقیقت میں ایسا ہے نہیں۔ لہٰذا انکو چاندی کہنا ناجائز ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو، پھر نوٹ آپس میں تول کر لیئے دیئے جاتے اس لیئے کہ چاندی تولی ہوئی چیز ہے، شرع میں اسکا موزونی ہونا قطعی ہے۔ جبکہ نوٹ عددی ہے۔ شرع میں اشیاٗ چار طرح کی ہیں۔ !۔موزونی، !!۔مکیلی، !!!۔ذراعی iv۔عددی۔ پہلی دو، خرید وفروخت میں سود سے متعلق ہوسکتی ہیں۔ بعد کی دو نہیں۔ اور قرض میں مشروط اضافہ ربا ہے اور معہود بھی۔ مشروط / معہود نہ ہو تو ربا نہیں۔ (یہ ہر دو ایک ہی ہیں)

حضرت نبی اللہ ﷺ نے ربا کے بارہ میں جو چیزیں گنوائیں وہ سونا، چاندی، گندم، جو، نمک اور تمر (خشک کھجور)

ان میں کچھ موزونی اور کچھ مکیلی ہیں، عددی وذراعی کوئی بھی نہیں۔ لہٰذا یہ دو قسم سودی نہیں۔

جب کوئی چیز صناعتی ہوگی produced (سوائے سونا، چاندی کے) اگر گن کر بکتی ہے تو اپنے مادہ کے حکم سے نکل کر عددی کے حکم میں آجائے گی۔ فقہاً نے ایک تلوار کے عوض زیادہ کو درست لکھا۔ اسکا مادہ لوہا تھا۔ تلوار بننے کے بعد تُلنے کے حکم سے گننے کے حکم میں آ گئی۔

صناعتی وہ کہ کاریگر نے میٹیریل (material) سے چیز تیار کی تو اب میٹریل کی بجائے، حکمِ شرع میں وہ چیز شمار ہوگی۔ جیسے لوہا سے تلوار (etc)۔

قِمار یعنی جوا یہ ہے ''کہ دونوں طرف سے مشروط'' طور پر ہارنے والے (ناکام رہنے والے) کا مال جیتنے والے کو دیا جائے۔ گر شرط ایک طرفہ ہو، تو یہ جوا نہ ہوگا اور جائز ہوگا۔ (مالابدّ منہ اور دیگر تمام کتبِ فقہ۔)

فقہاً عظام جیتنے والے کو ''غالب'' اور ہارنے والے کو ''مغلوب'' کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

۔:۔:۔قمار کو اصغر العباد نے اپنے مضمون ''یسئلو نک عن الخمر والمیسر'' میں حوالۂ قلم کیا ہے۔:۔:۔

''الربٰو'' کی تعریفات: از اعاظم اسلام۔

(۱) مُسندِ امام اعظم: سعیدؓ الخدری، قال ﷺ: الذهب بالذهب مثلاً بمثلٍ والفضل ربواً والفضة بالفضةِ وزناً بوزنٍ والفضلُ ربواً والتمرُ بالتمرِ والفضل ربواً والشعيرُ بالشعيرِ مثلاً بمثلٍ والفضل ربواً والملح بالملح مثلاً بمثلٍ والفضل ربا وفی روایۃ: الذهب بالذهب وزنا بوزن يداً بيدٍ والفضل ربواً والحطة بالحطة كيلاً بكيل يداً بيدٍ والفضل ربواً والتمر بالتمر والملح بالملح كيلاً بكيلٍ والفضل ربواً۔ { اس میں ''بیعوا'' مقدر ہے۔}

(۲) (فی البیع) مسلم عن عبادة بن الصامتؓ: قال رسول اللہ ﷺ: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبُر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح۔ مثلاً بمثلٍ۔ سواءً بسواءٍ۔ يداً بيدٍ۔ فاذا اختلف هٰذهِ الاصنافُ فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيدٍ { سونا، چاندی (موزونی) گندم، جو، کھجور، نمک (مکیلی) کا ذکر ہے۔

مسلم عن ابی هريرة... ذهب کے ساتھ وزناً بوزن مثلا بمثل آیا ہے۔ اس موضوع پر صحابہ سے کئی روایات ہیں جنکا خلاصہ ہے: سونا بعوض سونا، چاندی بعوض چاندی وزن میں برابر، گندم بعوض گندم وغیرہ بھرت میں، اگر زیادتی ہوئی تو سود، اگر عوض کی ادائی تاخیر سے تو بھی سود ہوگا۔ جب صنف بدل کر ہو تو زیادتی جائز مگر عوض کی ادائی میں تاخیر پھر بھی سود ہوگی۔ مختلف جنس میں کمی بیشی کا لوگوں کو اختیار، جتنا چاہیں۔ موزونی اور

مکیلی آپس میں یداً بیدٍ ادائی ضروری ہے۔

(۵) العینی : قال اصحابنا: الربا فضلُ مال بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال کما اذا باع عشرۃ دراہماً باحد عشر درہم

(۶) اذ بیع الحطۃ بالحطۃ او الذہب بالذہب و یکون احد ہما زائداً فی الکیل او الوزن

یکونُ ذالک ربا{ای الزیادۃ} حرام لہ۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح للبخاری)

{مبیع کوئی مال ہو اور ثمن نوٹ تو نہ ربا الفضل اور نہ ہی ربا النسیئہ ہوگا۔}

(۷) قرض میں ربا: عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال ﷺ: کلُ قرضٍ جرَّ منفعۃً فھو ربا۔ (جامع صغیر) السیوطی۔ الحدیث حسنٌ۔

(۸) عن فضالۃ بن عبیدٍ الصحابی: کل قرض جرّ منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربا (البیہقی)

(۹) امام ابوبکرٍ الجصاص: ھوُ القرض المشروط 'فیہ الاجل وزیادۃ مالٍ علی المستقرض [وہ قرض جس میں مدت اور مقروض پر اضافی مال لازم (مشروط) کردیا جائے۔ (احکام القرآن:۱)

(۱۰) قال ابن عمر رضی اللہ عنہما: القرض الیٰ اجلٍ لاباَس بہ، واِن اعطیٰ افضل من دراہمہ ''مالم یشترط''

[مقررہ مدت کے قرض میں کوئی ڈر نہیں، اگر بہتر درہم (روپے) لوٹائے تو بھی ''جبکہ مشروط'' نہ ہو۔ (بخاری)]

(۱۱) حضرت ابن مسعودؓ سے کسی نے کہا: میں نے ایک شخص سے ۵سو درہم اس ''شرط'' پر قرض لئے کہ اسے اپنا گھوڑا سواری کیلئے دونگا؟ حضرت نے فرمایا: جتنی سواری کریگا اتنا سود ہوگا۔ (البیہقی:۱)

اثر ابن عمرؓ وابن مسودؓ میں مشروط قرض مذکور ہوا۔ اسی لئے حدیث کے لفظ ''جرّ'' کا ترجمہ، مشروط کے لفظ سے کرنا مبرھن ہوا۔ نیز 'ربا کا یہ مفہوم عہد صحابہ میں مشہور تھا'۔ (دائرۃ معارف اسلامیہ)

(۱۲) المغیرۃ قال، قلتُ لابن عمر: اِنی اسلفُ جیرانی فیقضونی اجود من دراہمی؟ قال، لاباَس ''مالم تشترط''۔

{اسلفُ اور یقضونی کے صیغے استمرار پر دال ہیں}

ابن عمرؓ کے قول میں، ''مالم یشترط'' اور ''مالم تشترط'' فیصلہ کن جملے ہیں۔ اس میں یہ کلیہ مذکور ہوا ہے کہ منفعۃ کی شرط من جانبِ مقرض (قرض دہندہ) ہے۔ روایت ۱۱ میں بھی گھڑ سواری کی شرط من جانبِ مقرض سے یہ بات متعین ہوگئی کہ ربا تب ہوتا ہے جب قرض دینے والا کسی منفعت کا خواہاں ہو۔

۱۳) عطآء بن یعقوب قال: استسلفَ منی ابنُ عمرَ الفَ دراہمٍ فقضانی اَجودَ من دراہمی وقال ما کان فیہا من فضلٍ فھو نائل منی الیک، اَتقبلُہ؟ قلتُ، نعم! (نائل: عطیہ، بڑھا کردینا)

یہ امر یہاں مؤکد ہوا کہ مستقرض گر منفعۃ مہیا کرے، ربوا نہ ہوگی۔ اسی قاعدہ کی وجہ سے دائرۃ معارف

نے تعریف ربوا میں لکھا:

(۱۴) ربا اس رقم کو کہتے ہیں ''جو قرض دینے والا'' قرض کے معاوضہ میں طے کر کے (معہود = مشروط) وصول کرتا ہے۔ (دائرہ ۸ ۷ ۱)

(۱۵) جو رقم کسی حاجت مند کو ذاتی استعمال کے لئے قرض دی گئی ہو، اسپر کوئی زیادہ رقم ''وصول کی جائے'' وہ ربا ہے (دائرۃ)۔ قرض میں مشروط اضافہ ربا ہوتا ہے۔ (دائرہ)

(۱۶) کسی کاروبار کرنے والے فریق کو، ''قرض دینے والا اسپر معیّن شرح'' سے سود 'وصول' کرتا ہے۔ (دائرہ

(۱۷) قال الزجاج: کل قرض یوخذ بہ اکثر منہ۔ [ہر قرض جس میں بڑھ کر لیلیا جائے (تاج و مسند حارث)

'فقہاءَ' کرام سے ربا کی تعریف: قرض کا ایسا معاملہ جس میں قرض خواہ، مقروض سے ایک مقررہ مدۃ تک مخصوص رقم /مال پر بغیر کسی عوض کے کچھ زیادتی کا مطالبہ کرتا ہے، اصل پر وہ زیادتی ''سود'' کہلاتی ہے'۔ (ایک تالیف)

۱۹) رباَ وہ زیادتی ہے کہ عقدِ معاوضہ میں عاقدَینِ میں سے کسی کو اسکا مستحق قرار دیا جائے اور اس زیادتی کے مقابل کوئی عوض اس عقد میں شرط {یعنی لازم} نہ کیا گیا ہو۔ (کفل)

(۲۰) قرض دیا اور ''ٹھہرالیا'' کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لیگا... یہ حرام ہے۔ یونہی کسی قسم کے نفع کی 'شرط کرے' ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)

(۲۱) الربا محرم فی کل کیل او موزون اذا بیع متفاضلاً (المختصر للقدوری)

۲۲) ربا در شرع عبارتست از زیادتی کہ خالی باشد از عیوض و ''شرط کردہ شود'' در صلبِ عقد۔ (اشعۃ للمعات۔)

(۲۳) فضل خال عن عوض بمعیار شرعی ''مشروط'' لاحد المتعاقدین۔ (تنویر الابصار)

(۲۴) فضلَ مالاً بلا عوض فی معاوضۃ مال بمال۔ (۲۲) کل زیادۃ لایقابلہا عوض (احکام القرآن)

(۲۵) الربا ھو الفضل المستحق لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ الخالی عن عوض ''شرط'' فی العقد۔

اس صفحہ پر ربا کی ۲۶ تعریفیں دیگئی ہیں۔ قرض سے متعلق مطالعہ سے طے ہوا کہ 'مشروط زیادتی' سود۔ اور یہ تو از خود بھی واضح ہے اور پہلے واضح کیا بھی گیا کہ شرط من جانب قرض دہندہ ہے نہ کہ قرض طلبندہ۔

الحاصل: ا۔ بیع میں مجانست، تفاضل، نساً اور یداً بید ملحوظ نظر ہوتا ہے۔

۲:۔ قرض میں مشروط تفاضل (منفعۃ) یقینی واپسی ملحوظ ہوتی ہے۔

۳:۔ قمار میں دو طرفہ شرط، مغلوب کی چیز (اور خدمت بھی) غالب کے حوالہ کرنا ہے۔

۴:۔امانت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔(جب تلف کی ذمہ داری امین پر آئے تو اسپر ضمان ہوگی)

۵:۔حسن معاشرت، غیر مشروط منفعت، یک طرفہ شرط (اور منجانب غیر بھی) جائز ہے۔

۶:۔جب امانت میں فضل مشروط ہوگا تو وہ قرض بن جائیگی؟

۷:۔شرط من جانب مقرض (دائن) ہوتی ہے۔

۸:۔فضل من جانب مستقرض ہو (اور من جانبِ مقرض مشروط نہ ہو۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے فرمایا تھا ''اذلم تشترط''یعنی جبکہ تو نے زیادتی کو مشروط نہ کیا ہو۔) تو حلال ہونا چاہیئے!

:۔۔:۔۔:۔مزیدۃِ علم کیلئے مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔تو آیئے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

:۔......نقد ونظر......۔:

{ا} ''مسئلہ سود'' نامی رسالہ سے چند اقتباس:

آجکل حکومتی، صحافتی اور معاشرتی سطح پر سود یعنی ربا کے متعلق بہت کچھ سننے پڑھنے کو مل رہا ہے۔ کچھ اقتصادی شخصیتوں نے بھی مالیاتی ادارے (بینک) بنا رکھے ہیں اور لوگوں کو یہ کہہ کر اپنی طرف کشش کر رہے ہیں کہ ہم غیر سودی/سود سے پاک بینک کاری کر رہے ہیں۔ایسے میں جو سودیات کے ماہر بن کر لوگوں کے آگے خود کو راہنما بنا کر پیش کر رہے ہیں، انکی عالمانہ شان اور ماہرانہ قد کاٹھ کا اندازہ کرنے کیلئے ذیل میں ایک آرٹیکل دیا جا رہا ہے۔

[ا]....۔ یہ ایک ''مسئلہ سود'' نامی کتابچہ کے ابتدائی صفحہ کا مطالعہ ہے، غور سے کریں۔

صفحہ:۱۶ پر، شروع تحریر میں لکھا کہ سمجھا جاتا ہے ربا اور سود ایک چیز ہیں...ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے...آگے لکھا: ''مروّجہ سود بھی اسی کی ایک 'قسم' یا 'فرد' کی حیثیت رکھتا ہے۔''

عرض:

اہلِ علم اور اہلِ زبان غور فرمائیں کیا یہ جملہ درست ہے؟

کیوں کہ عربی لغات کی رو سے دیکھیں تو المنجد مترجّم میں لکھا ہے: القِسم: تقسیم شدہ چیز کا حصہ۔اور لکھا: قَسَّمَ الشیَٔ: جُزجُز کرنا تفریق کرنا۔اور اردو لغات میں: قسمت: جُز، حصہ، بہرہ، نوع۔اور لکھا: قسماً: جزوی طور پر۔{ کسی چیز کا جز ہوگا، نہ کہ پوری چیز، یعنی مکمل اکائی نہ ہوگی۔} اب 'فرد' کو دیکھیں: فرد: اکیلا ہونا۔

اور۔ ایک، طاق۔ (المنجد)۔ اور اردو لغات میں: فرد: ایک ایک شخص۔ اور، فرداً: تنہا۔

{ یہاں ایک اکائی یعنی پوری چیز (کل) آرہی ہے نہ کہ جُزء۔}

سوال یہ پیدا ہوا کہ ’مروجہ سود‘ ربا کی قسم ہے یا فرد؟ پھر اس مذکورہ جملہ میں کلمہ ’’یا‘‘ آیا ہے، جو تردید کا تو ہوتا ہے تفسیر کا نہیں۔ آگے یہ جملہ: مروّجہ سود ’’ایک معّین مقدار روپیہ متعین میعاد کیلئے ادھار دے کر معین شرح کے ساتھ نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے‘‘۔ یہ مرکب جملہ ’مروجہ سود‘ کی تعریف (یعنی تعارف) ہے۔

{اگر، ’معین‘ اور ’متعین‘ کو ہٹا دیا جائے تو سود نہ رہیگا؟} مندرجہ بالا تعریفِ مروجہ سود میں غور کریں۔ نفع یا زیادتی کو لیں۔ آیا یہ ’یا‘ تردیدی ہے یا تفسیری؟ کیونکہ ہر دو ایک نہیں۔ تو مفہوم کیسے متعین ہوگا؟ کیونکہ کسی چیز کی تعریف اگر محتمل ہو تو نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔ مزید اینکہ ’مقدار‘ کا لفظ اسکے لئے ہے جو تُلنے والی (یعنی موزونی ہوتی ہے، اور اسکے لئے جو بھرویں (یعنی مکیلی) ہوتی ہے۔ یہ چاندی سونا کیلئے درست ہے، نوٹ کیلئے نہیں کیونکہ نوٹ عددی ہے۔ روپیہ تو چاندی کا سکہ ہوا کرتا تھا جواب ناپید ہے، اسکا کیا مذکور؟ اب تو نوٹ ہوتا ہے جو معدود ہے نہ کہ مقدور! اگر نوٹ پر روپیہ لکھا ہوتا ہے تو یہ نوٹ کی تقابلی قیمت بتانے کیلئے ہے جیسا کہ مفصل مضمون میں بتایا گیا کہ: ’یہ رقمیں کہ اسپر مرقوم ہیں اسکی ثمنیت کا ثمنِ اصلی سے اندازہ ہے۔ (کفل الفقیہ الفاہم صفحہ ۱۵۔ از یکے مجددازمجددِین ملت اسلامیہ)۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ کوئی نوٹ کتنی مالیت کے عوض بکے گا. یہ کاغذی نوٹ روپیہ نہیں۔ ہو کاغذ اور کہو کہ چاندی ہے۔ تت ہتت۔ ع: دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا!

نوٹ کے بارہ میں گزرا کہ، ’’صورتِ مسئولہ میں قدر و جنس دونوں مفقود و معدوم۔ اس واسطے کہ نوٹ خلقتاً کاغذ ہے۔ اور روپیہ حقیقۃ واصلیۃ چاندی۔ پس مجانست نہ رہی۔ نیز روپیہ شرعاً موزون ہے اور نوٹ عرفاً معدود۔ پس قدریت بھی نہ رہی‘‘ (فتٰوی مہریہ از یکے مجدد ملت و دینِ اسلام، مہر علی شاہ رحمہ اللہ)

آگے چلیے۔ لفظ ’ادھار‘ کا مترادف فی العربی نسیئہ ہے، جسے نساً بھی لکھتے ہیں نہ کہ لفظ قرض۔ ان ہر دو کی تعریف شروع مضمون میں درج ہے۔ یہاں تو لفظ ’قرض‘ درکار ہے۔ جیسا کہ المنجد مترجم میں ہے: قَرَضَہٗ، اَقْرَضَہٗ: قرض دینا۔ یعنی کلمہ قرض کی اردو قرض ہے۔ {یہاں ادھار کا لفظ مغالطہ پیدا کریگا، کہ کہیں یہ نساً کیلئے آیا ہو؟ نساً خرید و فروخت کے ادھار لین دین کیلئے ہے} (نَسَأَ کا ترجمہ ہے مُؤَخَّر کرنا، مہلت دینا)

صاحبُ الرسالہ نے تعریف الربا میں، ’’نفع یا زیادتی‘‘ لکھا۔ یا اگر تردیدی ہو، تو مطلب ہوگا ’ان ہر دو میں سے ایک سود ہے۔ یہ تو غلط ہے! اور اگر ’یا‘ کو تفسیری لیں، گرچہ ہوتا نہیں، تو معنٰی بنے گا، نفع اور زیادتی

ایک چیز ہوئے۔تو یہ بھی غلط۔نفع،عین الشئی کے علاوہ ہوتا ہے،جیسے کلُّ قرضٍ جرَّ منفعۃ ['ہر قرض جس نے کھینچا نفع']۔اور زیادتی عین الشئی میں اضافہ کو کہتے ہیں۔جیسے۔۔فَزَادَتۡھُمۡ اِیۡمَانًا [انکو ایمان میں زیادہ کردیا اور 'لیزداوا ایمانًامع ایمانھم]

نفع کے مفہوم کو لفظ زیادتی سے ادا کرنا کسی عالم سے نہ ہوگا۔چہ جائیکہ سود کی تعریف میں۔

[۲] چند سطر آگے (صفحہ ۷ اپر) لکھا ہے:کُلُّ قَرۡضٍ جَرَّ مَنۡفَعَۃً فَھُوَ رِبًا۔ اس حدیث کا ترجمہ لکھا:'یعنی وہ قرض جو کچھ نفع کمائے وہ ربا ہے۔'اردو دان سے پوچھ یہاں لفظ کچھ کا مفہوم،پڑھنے والے کے ذہن میں،کیا کیا آتا ہے؟اور کلمہ 'جرّ' کا ترجمہ 'کمائے' لکھا،جسکے لئے کسب کا کلمہ ہے،اس سے پوچھ کیا صحیح لکھا؟یہاں 'جو' موصولہ ہے،بمعنیٰ الذی،کیونکہ پیچھے 'وہ' موجود ہے۔

[۳] آگے ذیلی عنوان (sub heading) باندھا:'' ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ ''۔تو لکھا:

''اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو 'ربا' کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے''الربا فی اللغۃ الزیادۃ والمراد فی الآیۃ کل زیادۃ لایقابلھا عوض''(احکام القرآن)۔چلے تو تھے مروجہ سود کو لیکر،آ گئے الربا پر!بات کو مختصر کریں اور دیکھیں کہ اس رسالہ کے صاحب کی یہ عبارت اور احکام القرآن کتنی متعلق اور کتنی غیر؟

احکام القرّان میں 'کلُّ زِیادۃٍ' آیا ہے،جو 'عام' ہے اور اس مولوی کی عبارت میں 'مالی معاوضہ' جو مقیّد ہے،یعنی مقید بالمال۔پہلے جو 'مروجہ سود' کی تعریف کی تھی،اس میں،'ادھار دے کر' اور 'زیادتی لینے' کے الفاظ تھے اور یہاں الفاظ ہیں،'حاصل کی جائے'۔وہاں قرض لینے والے کو مجبور کرنے کا مفہوم ہے اور یہاں سہولت سے پانے کا۔تو اس میں وہ بھی سود بن جائے گا جو غیرِ مشروط اور غیرِ معہود طور پر،احساناً دیا جائے؟یہ تو عملِ رسول اللہ ﷺ ہے،جو محمود ہے۔اور وہ جو وہاں ہے،ربا بنتا ہے،جو کہ مذموم و حرام ہے۔

احکام القرآن میں:کل زیادۃ لایقابلھا عوض۔آیا ہے جس میں کلمہ عوض نکرہ ہے۔اور مولوی صاحب نے لکھا 'مالی معاوضہ' جو معرفہ ہے۔(نوٹ:مالی معاوضہ کے بغیر بھی ربا بننا ممکن ہے۔مثلاً:مشقت لینا۔)

اے محمد نبر اس اصغر العباد کی تحریر پڑھنے والے!آیا تو نے سمجھ لیا،'اہلِ تجدد' پر حملہ آور کتنا حاملِ علم ہے؟

الذین حملوا التورات ثمّ لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا (القرآن'')

واللہ!،یہ تو دیگ میں سے ایک چاول دکھایا ہے تجھے،پوری دیگ کو اسی پر کیوں نہ قیاس کریں؟

ہائے افسوس کہ ایسے مفت میں بن جانے والے 'مفتی' اس قوم کے پیشوا ہوئے!جو بہت مہنگے پڑے

ایسے لوگوں نے بہت تباہی کی ہوئی ہے۔ لوگو! ان سے بچو، دنیا کو دین کے تابع رکھو۔

. {''مسئلہ سود'' ایسے مفتیوں کیلئے سوادِ وجہ بنا؛ جیسا کہ حدیث ہے، سوّد اللہ وجھہٗ۔}

اللہ المستعان.. آمین

{۲}.....دائرۃ معارف اسلامیہ میں ربا کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

قرض میں مشروط اضافہ ربا ہوتا ہے۔ (پورے مضمون میں یہ تعریفِ ربا کئی بار مذکور ہوئی ہے۔)

آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ: امانت ضائع (ھلاک) ہو جائے تو ضمان نہیں ہوتی۔

پھر لکھ دیا کہ: بینک اپنے امانت داروں کو جو زیادہ دیتے ہیں، وہ ربا ہے!

حیرت ہے! نہ جانے کن لوگوں نے اسے مرتب کیا کہ اپنے لکھے کا فہم بھی نہیں۔ امانت تو قرض نہیں ہوتی قرض میں تو ضمان ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود لکھا۔ امانت میں تو نہیں ہوتی۔ یہ بھی خود لکھا۔ پھر امانت کو قرض کے حکم میں کیوں لائے؟ جبکہ لکھ آئے کہ قرض میں مشروط اضافہ ربا ہے۔ تو امانت میں تو کوئی زیادتی مشروط نہیں ہوتی! جب اصلِ زر کی ضمان نہیں تو اضافہ کی کیونکر؟

------ امانت کا ذکر: ------

آیا جو رقم کہ لوگ بینک میں رکھتے ہیں وہ امانت ہوتی ہے؟

{امانت اور ودیعت: امانت عام ہے جبکہ ودیعت خاص:}

امانت: کسی بھی طرح کسی کے مال کی حفاظت کی ذمہ داری ایک شخص پر آن پڑے، وہ مال امانت ہوگا۔ کسی کے مال کو صرف اپنی حفاظت میں لے لینے سے بھی امین قرار پائیگا۔

ودیعت: مال کا مالک اپنا مال کسی کو بغرض حفاظت دے۔ یہ مال ودیعت ہوگا۔ (یہ، لینے والا مُستودَع بنا۔ کسی کا اپنے مال کو دوسرے کی حفاظت میں دینے اور اسکے قبول کرنے سے مستودَع قرار پائیگا۔)

بینک ضامن کیونکر بنتا ہے:

(فتوٰی ھندیہ بیروت، ج:۴:۳۴۸، پر لکھا ہے:) اذا کان عند رجل ودیعۃ دراھم اُو دنانیر اُو شیئاً من المکیل او الموزون وانفق شیأ منھا فی حاجتہٖ حتیٰ صار ضامناً لما اُنفق، لایصیر ضامناً لما بقی۔ وان جآء بمثل ما انفق فخلط بالباقی صار ضامناً للکل.. (کذا فی الذخیرۃ)۔ ترجمہ [جب کسی کے پاس درہم، دینار یا کوئی مکیلی، موزونی چیز بطور ودیعت رکھی ہو اور وہ اس میں سے کچھ حصہ اپنے کام میں لائے تو اس حصہ کے بقدر وہ شخص ضامن قرار پائیگا

باقی حصہ میں نہیں۔ اور اگر وہ ساری ودیعت میں تصرف کرے تو ساری کا ضامن ہوگا] چنانچہ:

بینک کھاتہ داروں کی رقم میں تصرف کرتا ہے، اسے اپنے کام میں لاتا ہے، ضامن بن جاتا ہے۔ اسی لئے ہر حال لوگوں کی رقوم ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے۔

درہم، چاندی۔ دینار، سونا۔ مکیلی، موزونی۔ یہ اشیأ حکم میں شدید ہیں کہ سودی (ربوی) ہیں۔ ان میں اور نوٹوں میں، 'جو صرف قرض میں مشروط بفضل ہونے پر سودی ہیں' فرق کو ملحوظ رکھیں تو مزید نیچے کیطرف آئیں گے۔ بینک نے لوگوں کی رقوم (ودیعت) سے فائدہ اٹھایا، اس میں سے کچھ اصحاب المال کو دیا، جرم نہ کیا، بلکہ یا تو انکا حق دیا، یا پھر ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان.. (القرآن) کے مطابق عمل کیا۔ سنّت پر چلا۔ بھلا کیا۔ یاد رہے کہ زمانۂ نوٹ کے عظیم مسلّم فقیہوں (قبلۃ العالم اور اعلیٰ حضرت وغیرہ) کی تحریریں پہلے ہی درج ہو چکیں کہ: نوٹ میں صرف قرضِ مشروط بفضل ربا ہے اور وہ یہاں نہیں پایا جا رہا۔

احتیاط۔۔۔ بینک کو لازماً ملحوظ رکھنا ہوگا کہ مال:

اگر امانت ہے، تو مالک جب طلب کرے اسے اسکی امانت واپس کرنا ہوگی۔ اگر یہ صحیح ہے تو چھٹی والے دن ادائی نہیں ہوتی۔ تو عند الطلب کیونکر؟ اور ودھ ہولڈنگ ٹیکس کیوں؟ امانت پر امین ٹیکس لے، کیوں؟ زائد از حد، تعداد میں نکلوانے پر قدغن کیوں؟ اے، ٹی، ایم کارڈ کی مدت محدود کیوں؟ لِنک ڈاؤن کیوں؟ اس سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ کہنے کو امانت ہے، حقیقت میں کچھ اور؟ جیسا کہ نوٹ پر روپیہ لکھتے ہیں حالانکہ ہے کاغذ۔

اصحاب علم کو لازماً توجہ دینا ہوگی:

امین اگر امانت سے نفع اندوز ہوتا ہے اور اس میں سے کچھ امانت دار کو دیتا ہے تو ناجائز کیوں؟ یہ تو ربا نہ ہوا بلکہ زمرۂ احسان میں آئے گا جو از روءِ قرآن مأمور بہٖ ہے اور از روءِ حدیث محمود۔ مالیاتی ادارہ خود سے کچھ اضافی چیز دے اور اسکی پیشگی خبر دے تو سود کیوں؟ جبکہ ہمارا دیا قرض نہ ہو۔ قرض کیونکر ہوگا؛ آیا ایسی کوئی چیز کسی بھی طرح مذکور ہے؟ خواہ زبانی خواہ تحریری۔ جب ہم نوٹ بینک کو دے رہے ہوتے ہیں تو کیا ہمارے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ ہم قرض دے رہے ہیں؟ بینک تو اسے امانت قرار دیتا ہے۔ تو اسپر قرض کا حکم نہیں لگ سکتا۔ گر قرض، تو کوئی سی بھی منفعت از بینک ہم لیں، ربا ٹھہرے گی کہ فرمان ہے کل قرضٍ جرَّ منفعۃ فھو ربا۔ عمارت کی چھت کا سایہ، اسکی دیوار کا سایہ، نشت پر بیٹھنا، پنکھا اور اے سی، چیک بک اور اے، ٹی، ایم کارڈ وغیرھا، کوئی سی بھی سہولت؛ سراسر ربا؟ {سوال: عقل کے بغیر کبھی کوئی عالم بنا؟ (یا پھر کوئی ہاتھ کیا جا رہا ہے؟)}

قبل ازیں احادیث مذکور ہو چکیں کہ اگر مدیون از خود ادائگی ،زائد کرے تو جتلا دے۔بینک پیشگی جتلا وہ دیتا ہے۔

جبکہ' دائرہ' کی تصریح بھی ہے اور کچھ دوسرے ذرائع بھی یہی بتاتے ہیں کہ لوگوں کی رقوم کی بینک میں حیثیت امانت کی ہے۔(یہ خود بینک والے بھی کہہ رہے ہیں۔) جب یہ ،تب وہ سب حلال۔

ایک جگہ لکھا: المعروف کالمشروط۔ حالانکہ نبی ﷺ کا ،قرض خواہ کو زیادہ ادا کرنا معروف تھا! نہ تھا؟

انتباہ: نوٹ کاغذ ہے، اسی کا حکم نافذ ہوگا ،الاّ اینکہ صرف اصطلاحاً ثمن ہوگا۔

نوٹ گن کرلی دی جانے والی چیز ہے۔

نوٹ کو چاندی کا حکم دو گے تو تول کرلینا دینا ہوگا۔(جو کہ غلط ہے۔)

نوٹ لینے دینے والے کو شرعاً اختیار ہے کہ اسکی ثمنیت کو منسوخ کردیں۔

نوٹ کی خرید وفروخت کمی بیشی سے (ہر دو کی رضا سے)، دست بدست / نسیئۃ جائز ہے۔یعنی نوٹ میں فضل ونساً جائز ہے۔کیونکہ اس میں نہ جنسیت، نہ ہی قدر یت ،کما مرّ قبل۔

نوٹ کسی بھی مالیاتی ادارہ میں جمع کراتے ہیں (کھاتہ کھولتے ہیں)وہ قرض نہیں۔(اسے قرض قرار دینا زیادتی ہوگی۔ کہ ہم ادارہ کو قرض نہیں دیتے۔)

کسی بھی کرنسی نوٹ کی بیع کسی بھی کرنسی نوٹ کے عوض، جبکہ درج رقم معین ہو، جائز ہے۔

۔،۔،۔،۔نوٹ قرض دیں /لیں اور واپسی اضافہ کے ساتھ مشروط کریں تو سود (یعنی ربا) ہوگا۔ جو حرام ہے

۔،۔،۔،۔نوٹ ہو خواہ کوئی دیگر مال، ہارنے والے کا، جیتنے والے کو دینا مشروط (من جانبین) کر کے جوا یعنی قمار، اور وہ حرام ہے۔

نوٹ جب قومی بچت میں قرض ہو اور مشروط منجانب مقرض نہو، تو زیادتی جائز اور بیمہ میں گر قرض نہیں تو زیادتی سود نہیں { کیونکہ انہوں نے لکھا، ہم نہ قرض لیتے ہیں نہ دیتے ہیں۔صرف اپنے پالیسی ہلڈر سے کچھ مارک اپ، بطور اخراجات، لیتے ہیں۔از'' معلوماتی کتابچہ'' سٹیٹ لائف ص21 }۔ اور دو طرفہ شرط کہ غالب کا مال مغلوب کو دیا جایگا نہیں ،تو نہ جوا اور نہ ہی حرام۔

{قومی بچت میں مال قرض نہیں، شرکت ہے۔}

{۳}۔...... کتاب: ''بیمہ ءِ زندگی''

<u>مصدِّقہ</u> مجلس تحقیق مسائل حاضرہ' (دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی) کا مطالعہ:

جوابِ سوال نامہ میں تسمیہ وحمد کے بعد لکھا: ''وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے''۔

نقد:۱۔عموم کے بعد خصوص چاہیے جس میں ہمارے محمد رسول اللہ والہ پر صلوٰۃ وسلام مذکور ہو ﷺ یہ کلمہ گویان اسلام کا طرز جاری (تو ارث) ہے کہ خطبہ میں صلوٰۃ وسلام اوپر انبیاؑ کے امام لکھتے ہیں۔ یہ مسلمان کی قلبی کیفیّت بنسبتِ حبیب رب الارباب جلّ وعلا کا اظہار بھی ہے۔

نقد:۲۔ ےاپر لکھا: ''بیع یا تجارت ایک مشترک کاروبار میں نفع نقصان کی منصفانہ تقسیم کا نام ہے۔''

اُس ''تقسیم'' کا نام بیع یا تجارت قرار پایا جو مشترک کاروبار میں نفع نقصان کی منصفانہ طور پر ہو۔ سبحان اللہ! اگر ایک شخص اپنی زمین سے حاصل شدہ کپاس کو کات کر اس دھاگہ سے کپڑا بن کر وہ کپڑا بازار میں لا بیچتا ہو اور کپڑے کی اس فروخت کو تجارتِ کپڑا کا نام دیں، تو غلط ہوگا؟ اور اسکا یہ بیچنا بیع نہ کہلائیگا؟ تو کیا کہلائیگا؟ بیع تو کسی چیز کو، اسکے مالک کا اپنی ملک سے نکالنے، دوسرے کی ملک میں بعوض دینے کا نام ہے۔ اگر کوئی یہ بیع کرتا ہے تو اسکے اس شغل کو تجارت کہتے ہیں۔ مندرجہ تعریفِ بیع وتجارت کو ایک 'عالم' کی نسبت سے درست سمجھا جائے؟ یا اس شخص کو 'عالم' کی 'ضد' مانا جائے؟ {ہر بائع تاجر نہیں ہوتا} تعریف میں اشتراک کو شریک کیا، ٹھیک کیا؟ ایک اکیلا شخص چیز خریدتا بیچتا رہتا ہو، یہ کام بیع، شراٗ اور تجارت نہیں؟ نہ اشتراک پایا گیا، نہ تقسیم تو تجارت نہ ٹھہری؟ علماٗ لکھ گئے کہ:

تعریف الشئی جامع جمیع الافراد، مانع عن دخول الغیر ہو۔ تو آیا 'یہ' ہے، نہیں ناں؟ تو پھر کیا ہے؟ اس تعریف کے آگے کی عبارت، ربٰو کی تعریف ہے۔ تو یہ عبارتِ زیرِ تنقید، تعریف ربٰو کے مقابل ہوئی۔ تو آیا یہ قابلِ احتجاج ہے؟ {احتجاج کہتے ہیں مقابل کے مقابل حجۃ پیش کرنا یعنی مخالف کے خلاف دلیل لانا}

نقد:۳۔ربٰو کی یہ تعریف لکھی ہے: ''ربٰو اس زیادتی کا نام ہے جو تجارتی نقصان سے قطع نظر کرکے اپنی رقم کی میعادِ معین کے معاوضہ میں وصول کی جائے''۔

ترکیب، ''ربٰو اس زیادتی کا نام ہے''، سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربا مطلق کی تعریف ہے۔ اور ترکیب، ''تجارتی نقصان''، بتاتی ہے کہ یہ کلام بیع وشراٗ سے متعلق ہے۔ اور ترکیب 'اپنی رقم کی میعاد معین کے معاوضہ میں''، بتاتی ہے کہ یہ کلام قرض سے متعلق ہے۔ پس چہ باید کرد؟

اس میں یہ بھی قابل غور ہے کہ لکھا: ''وصول کی جائے'' اس سے تو جبر کا پتہ چلا! یعنی مشروط من جانب مقرض. ترکیب، ''اپنی رقم'' اسی کی تصدیق کر رہی ہے۔

آیا، 'ربا' رقم کے ساتھ مختص ہے؟ تو ''کل منفعۃٍ'' کا کیا مقام؟

دلچسپ بات: قبل ازیں سود کی تعریف کرتے ہوئے لکھا تھا: ''مروجہ سود ایک معین مقدار روپیہ متعین میعاد کے لئے ادھار دے کر معین شرح کے ساتھ نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے۔

اگر 'معین' اور 'متعین' کے لفظ اس کلام میں نہ ہوں تو، سود پھر بھی ہوگا۔ تو یہ بے معنیٰ ہوئے! نیز ہر دو تعریف ربا کو پڑھیں اور حیرت میں جھومیں۔ آگے چلیں: ترکیب، ''نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے'' صاف بتا رہی ہے کہ، جالب ربا من جانب مقرض ہوتا ہے نہ کہ منجانب مستقرض۔ اگر یہ مولوی صاحب علماءً کی دی ہوئی تعریفات میں سے ربا کی تعریف درج کرتے تو بچ رہتے۔ مگر اسطرح 'مَیں' مستند نہ رہتی!

[۔،۔۔علماء اسلام کی تعریف ربا:۔۔،۔]

!۔الربا محرم فی کل کیل اوموزون اذا بیع متفاضلاً [منفعۃ حرام ہے ہر مکیلی / موزونی میں جب بیچی جائے وہ تفاضل (زیادتی) سے۔ (المختصر للقدوری۔ یہ تعریف ربا بیع میں ہے)!!۔ربا در شرع عبارتست از زیادتی کہ خالی باشد ازعیوض و ''شرط کردہ شوذ'' درصلبِ عقد۔ (اشعۃ للمعات۔ یہ قرض میں ربا کی تعریف ہے) [معاہدہ کے دوران شرط کی جانے والی زیادتی جو بغیر عوض ہو۔]!!!۔فضل خال عن عوض بمعیار شرعی ''مشروط'' لاحد المتعاقدین۔ (یہ بھی قرض میں سود کی تعریف ہے۔ از تنویر الابصار) (متعلّق ''فضل'' ہے)۔

!V۔فضلَ مالاً بلاعوض فی معاوضۃ مال بمال۔ V۔کل زیادۃ لا یقابلہا عوض (احکام القرآن)

!V۔الربا ھوالفضل المستحق لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ الخالی عن عوض ''شرط'' فی العقد۔ وعلمت ان الخلو فی المعوضۃ لا یتحقق الا عند المقابلۃ بالجنس۔

صاحب الکتاب نے تعریف اسطرح کیوں نہ کی جسطرح مسلّم و مستند علماءً نے کی؟ 'تجارتی نقصان'... اپنی رقم... 'میعاد معین'... یہ کلمات صاحبِ کتاب کی تعریف ربا کو درست ماننے دے رہے ہیں؟

.....................فاعتبروا یااولی الابصار. اللّٰھم اجعلنا ممن یعبر الدنیا و لا یعبرھا۔ امین۔

''ربٰو اس زیادتی کا نام ہے'' یہاں ربٰو مطلق ہوا۔ ''تجارتی نقصان سے قطع نظر کر کے'' یہ ربٰو، بیع و شرا میں ہوا ''اپنی رقم کی میعاد معین کے معاوضہ میں'' یہ ربٰو، قرض میں ہوا۔ غور کریہ کیا ہے؟

بیع وشرائیں ربوٰ ایک الگ چیز ہے۔قرض میں ایک الگ چیز اور مطلق کی تعریف الگ۔(تینوں کی تعریف گزر چکی۔) تجارت ہو، نہ ہو؛ نفع نقصان ہو، نہ ہو؛ ربا تو قرض میں: کل قرض جرَّ منفعۃ کا نام اور بیع وشرائیں مجانست وقدریت ہونے پر اضافہ لینے پر اور نسأ (ادھار) کا نام ہے۔(اسی کو اجل بھی کہا جاتا ہے)۔

علمأ کی، کی ہوئی تعریف اور ''بیمہءِ زندگی'' کی، کی ہوئی تعریف باہم موافق ہیں؟

لسان العرب نے قرض میں ربا کی تعریف لکھی: 'کل قرض یؤخذ بہ اکثرُ منہ اوتُجرّ بہ منفعۃٌ، فحرام۔

اور بیع میں: ً ً :'ھوفی الشرع ،الزیادۃُ علیٰ اصل المال من غیرِ عقدِ تبایعٍ۔

نقد:۴۔ ے اپر لکھا:'' قرآن کریم کی آیت 'واحل اللبیع وحرم الربوا' میں''۔ یہ تو قرآنِ کریم میں نہیں !اُس میں تو ہے:''واحل اللہ البیع وحرّم الربوا''۔{القرآن المجید، سورۃ البقرۃ، عددِ آیت:۲۷۵ کا حصہ، ناشر: تاج کمپنی لمٹیڈ کراچی لاہور ڈھاکہ سنِ اشاعت:۱۹۸۴ء تصحیح کرنے والے ،محمد اقبال نعیمی ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف، اور حافظ عبدالرؤف بن عبدالواحد۔دوسرے اشاعتی اداروں کے شائع کردہ نسخوں میں بھی یہی کلمات کلام اللہ العظیم درج ہیں۔حفاظ قرآن نے بھی یہی بتائے ہیں۔''بیمہ زندگی'' میں عرض ناشر کے نیچے لکھی تاریخ ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء، اور چند سوالات از محمد اسحاق کے نیچے، ۱۹، اکتوبر ۱۹۶۴ء ہے۔اتنی طویل مدت میں بھی تصحیح نہ کرنا آیا کتابت کی غلطی کہی جاسکتی ہے؟ اسے انٹرنیٹ پر دیدیا۔اسکا کیا نتیجہ اخذ کیا جائے؟

ان کلمات عربیہ کو آیت کہہ لکھنے کے بعد کی عبارت:' میں بیع وتجارت کو حلال اور اسکے مقابل ربٰو کو حرام قرار دیدیا۔''بیمہءِ زندگی'' کی اس تحریر میں، 'بیع وشرائیں ربا' کا ذکر ہے، اور صاحب تحریر لے بیٹھے قرض کو! شیخ عبدالقادر الدہلویؒ نے قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کر بھی دیا، تاکہ بے علم آدمی اگر مطالعہءِ قرآن کرے تو کچھ تو اسکی سمجھ میں آئے گر سارا کچھ نہ تو !انہوں نے لفظ بیع کا ترجمہ ''سودا'' سے اور ربا کا لفظ ''سود'' سے کیا۔صاحبِ کُتب نے لکھا کہ ربوا کچھ اور ہے اور سود کچھ اور۔پھر آئے تو ربٰو پر ہی۔قرض کی صورت میں ربا تو حدیث میں آیا ہے:کل قرض جرّ منفعۃ فھو ربا۔اب یہ تجارتی وغیرِ تجارتی ہر طرح کا قرض جو مشروط بمنفعۃ ہو ربوا ہے۔۔۔۔۔تو یہ ہے قرض میں ربا مطلق کی تعریف۔۔۔۔۔

فتٰوی رشیدیہ سے اقتباس:

از''حضرت مولٰینا پیر رشید احمد گنگوہی''۔(سرِ خیل دیوبند۔انڈیا۔)

باب: مسائلِ سود۔

روپیہ منی آرڈر میں بھیجنا جائز نہیں ہے خواہ اس میں کچھ پیسے دیے جائیں یا نھیں۔

منی آرڈر درست نہیں جیسا ہنڈی درست نہیں۔ دونوں میں معاملہ سود کا ہے۔

کفار سے بھی سود لینا درست نہیں۔

بذریعہ منی آرڈر روپیہ بھیجنا نا درست ہے اور داخل ربا ہے۔ اور یہ جو محصول دیا جاتا ہے، نادرست ہے۔

سوال: منی آرڈر بھیجنے کا کوئی حیلہ شرعی ہے؟ جواب: حیلہ بندہ کو معلوم نہیں۔

سوال: تو پھر روپیہ کسطرح بھیجیں؟ جواب: روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔ {انہوں نے روپیہ اور نوٹ کے فرق کو تسلیم کیا اور بیمہ کو بھی۔}

'منی آرڈر اور ھنڈوی میں کچھ فرق نہیں دونوں کا ایک حکم ہے۔ منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے جو شخص کسی کے پاس روپیہ بھیجا چاہے، بطور بیمہ کے یا نوٹ خرید کر بھیج سکتا ہے...... منی آرڈر میں خیال حیلہ کا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ عین شئی نہیں پہنچتی۔'

..فلوس و خرمہرۃ (کوڑیاں) سب عددی ہیں اگر اپنی مثل سے مبادلہ کیا جائے مثلاً ایک فلوس عوض ایک فلس یا دو کے تو درست ہے، کیونکہ اتحاد جنس ہے مگر کیل و وزن نہیں تو تفاضل سب درست ہوا مگر نسیئہ حرام ہے۔

ربا کی علت جنس و قدر ہے۔ اگر دونوں جمع ہو جایں تو تفاضل و نسأ دونوں حرام۔.... عطر کو اور جواہرات کو عوض روپیہ کے خریدتے ہیں اس میں کچھ ضرورت مساوات کی نہیں نہ یداً بید کی۔

روپیہ کا مبادلہ خوردہ سے ہو تو اسمیں کمی زیادتی نادرست، اگر پیسوں سے ہو تو کمی زیادتی درست یعنی روپیہ کے ۱۴، (آنے) بھی درست ہیں اور ۱۷، (آنے) بھی۔

کوئی غلہ ادھار پر دینا کہ اسکے عوض اور جنس کا غلہ فصل پر لیا جاوے درست نہیں۔ (نسا ہے)

جو شخص کوئی جنس قرض میں دیوے اسی جنس کا ادا کرنا بعد ایک ماہ کے مقرر کر دے تو درست ہے اگرچہ مدت مقرر نہیں ہوئی اس سے پہلے بھی لے سکتا ہے۔ (یہ حکم قرض میں ہے)

بہشتی زیور (اشرفی) حصہ ۵ سے اقتباس۔ {رحمانیہ۔ لاہور}

سودی لین دین کا بیان: ١٦١..سب چیزیں چار قسم کی ہیں۔(١) سونا چاندی..(٢) انکے سوا اور چیزیں جو تول کر بکتی ہیں۔(٣)..ناپ کر...(٤) گنتی کے حساب سے...

١٦١ نوٹ: بوقت تالیف بہشتی زیور، روپیہ اور ریزگاری چاندی کے رائج تھے....اب چونکہ روپیہ وریزگاری دوسری دھات کے...لہٰذا موجودہ روپیہ سے اسکے وزن سے کم وبیش بھی خریدی جاسکتی ہے۔١٧١

{یعنی چیز بدل گئی تو حکم بدل گیا}

١٧١: مثلاً ایک روپیہ کی چاندی تم نے لی تو وزن میں ایک روپیہ کے برابر لینا چاہئے..کم لی یا زیادہ تو سود ہوگیا۔{نوٹ کو چاندی قرار دینے والے اپنے بڑے صاحب کی نہیں مانتے!}

{چاندی کے روپیہ میں اور دوسرے روپیہ میں فرق کا ذکر کرنا ایک شرعی حجت ہوا}

{١٧١ وغیرہ پر سود سے بچنے کے حیلے درج ہیں۔اس کتاب میں کاغذی کرنسی (نوٹ) کا ذکر نہیں، لہٰذا اس کے باب میں انہی فقہاً کی تحریر اختیار کی جائیگی جنہوں نے اُس پر لکھا۔

اے موجودہ دور کے لوگو!اب اگر نوٹ کو چاندی قرار دیتے ہو تو اپنے بزرگ کے فرمان کے موجب نوٹ کا تبادلہ نوٹ سے یا چاندی سے ہو، ہموزن کرنا ضروری ہوگا ورنہ ربا بن جائیگا!(کیسی رہی؟)}

٢١١: اگر اس قسم کی چیز جو تول کر بکتی ہے روپے پیسے سے خریدی..یا ایسی چیز سے بدلی ہے جو تول کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا ''گن'' کر بکتی ہے...ایک طرف ایسی چیز ہے جو تول کر بکتی ہے اور دوسری طرف ''گنتی'' سے یا گز سے بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی واجب نہیں (یعنی نہ تو برابری اور نہ ہی دست بدست لینا دینا){تفاضل اور نساً جائز اور کرنسی نوٹ نہ تُل کر بکتا ہے اور نہ ہی بھر کر، بلکہ گن کر بکنے والی چیز ہے۔یہی قبلۃ العالم نے اور یہی امام احمد رضاً السنی نے لکھا اور یہی اس تحریر محمد نبراس کا مقصود ومطلوب ہے۔}

بعون اللہ تعالیٰ، اب تفسیرات احمدیہ سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔یہ بہت مفید ثابت ہوگا، انشاءاللہ تعالیٰ۔

تفسیرات احمدیہ، از شیخ احمد جیون رحمہ اللہ۔١٧١ اور ٥ ١٧١ اور ٦ ١٧١۔

اذا کان الجنس متحداً کما یعلم بالمقابلۃ وکان القدر کیلاً اووزناً کما یعلم بالمماثلۃ ویکون یداً بیدٍ یکون الفضل فی ہٰذہ الحالۃ ربوا۔یعنی اذا بیع الحطۃ بالحطۃ او الذہب بالذہب، یکون احدہما زائداً فی الکیل او الوزن یکون ذالک ربوا حراماًلہ۔

الفرق بین القرض والدین، ان القرض ما یکون بجنسہٖ۔ مثل، ان یقرضہ درہماً علیٰ ان یعطیہ درہما عوضہ غداً۔ ویقرضہ شعیراً لیعطیہ مثلہ۔ ولا یقبل التاَ جیل۔ ومعناہ اذ اوعدالیٰ مسمی معین فلہ المطالبۃ قبلہ۔

وقد امراللہ بالقرض الحسن ندباً فی اکثر المواضع۔ ومعنیٰ القرض الحسن، ان لا یطالبہ من عندنفسہ۔ وان اعطاہ المستقرض لایاَخذ علیہ زیادتاً ولا تجرّ بہٖ نفعاً۔ وہوفی معنیٰ التصدق۔ ولہذا قیل القرض سوال۔

دوست! بہت بہت توجہ سے اسکا مطالعہ کر۔ یہ اصغر العباد، اسپر کچھ نہیں لکھتا۔ خود فیصلہ کر۔ انشاء اللہ اسکے قابل ہو جائیگا۔ غور کریگا تو اگر۔ اے حق کے یاور!

اہل اسلام کہو، ابصر وغ قلمک [دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ!]

من سأل زاد علمہ

بانڈز میں گورنمنٹ سب کا مال استعمال کر کے منفعت لیتی ہے اور چند کو (بنام انعام) دیتی ہے۔ جبکہ اس میں حصہ وحق سب کا ہوتا ہے، تو کیونکر جائز؟ باقیوں کا حق مارنا جائز کیسے؟ بیمہ والے سب کو اسکا حصہ حسبِ قاعدہ ادا کرتے ہیں تو، کہاں کا جوا؟ اور کہاں کا سود؟؟ جبکہ نہ قرض، نہ شرط من طرفین، نہ ہی منجانب پالیسی ہولڈر اسے کاروبار دنیا میں شریک کیوں نہ مانا جائے اور پہلے سے قاعدہ ادائی بتا دینے کو حرام کیوں قرار دیا جائے؟

اصلاح کرنے والے کیلئے تحفہ دعاَ وتشکر!

اللہ العزیز کے حضور دوسروں کی شکایت اور شکوہ۔

الصواب من الله، والخطأ منی.

جواب و مضمونِ محمد نبراس میں غلطی کی نشان دہی کیلئے پتہ:

راقم: محمد نبراس۔ اصغر العباد، یرحمہ اللہ فی العدّۃ والمعاد۔

معرفت: خطیب مسجد حضرت الشیخ الجامع، گھوٹوی روڈ، ملوک شاہ، بہاول پور۔

مؤرّخہ: ۶۔۹۔۱۴۳۹ھ

: ۲۲۔۵۔۲۰۱۸ء